جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
القرآن الحکیم ۶۵:۱۲

تبوک ۱۳۸۶ ہش
ستمبر ۲۰۰۷ء

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى دِيْنِكَ

(ترمذی ابواب الدعوات)

Interfaith Symposium
Role of Religion in Achieving
Peace in Our Society

Interfaith Symposium held in St. Paul, MN

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ؕ (2:258)

النور

ستمبر 2007

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

قرآن کریم 2

حدیث 3

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام 4

کلام امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام 5

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 5 ستمبر 2003 بمقام احمدیہ مشن فرانس 6

نظم۔ چودھری محمد علی مضطرؔ عارفی 16

رمضان کی برکات سے فائدہ اٹھانے کا طریق 17

رمضان کے روزے 24

رمضان المبارک۔ تزکیۂ نفس کا مہینہ 30

نظم۔ عطاء المجیب راشد۔ (خلافتِ خامسہ کے پانچویں جلسہ سالانہ 2007 کے بارہ میں) 37

صومِ رمضان کی حدود و قیود 38

نعت۔ ’حدیثِ اُسوۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم‘ ثاقب زیروی 45

ربوہ میں رمضان المبارک کے رُوح پرور نظارے 46

لکھنے کا پتہ:
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

فَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ فَتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُعَذَّبِیۡنَ ﴿ۚ۲۱۴﴾ (الشعراء:214)

پس تُو اللہ کے ساتھ کوئی معبود نہ پکار، ورنہ تُو مبتلائے عذاب لوگوں میں سے ہو جائے گا

(700 احکامِ خُداوندی صفحہ 47)

قرآن کریم

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ج فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط يُرِيْدُاللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ز وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَاهَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

(البقرۃ:186)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اِس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اُس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔

''رمض سورج کی تپش کو کہتے ہیں رمضان میں چونکہ انسان اکل وشرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ اہلِ لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینہ میں آیا اس لئے رمضان کہلایا میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ عرب کے لئے یہ خصوصیت نہیں ہو سکتی روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق وشوق اور حرارت دینی ہوتی ہے رمض اُس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔'' (الحکم جلد 5 نمبر 27 مورخہ 24 جولائی 1901 سوم صفحہ 6)

''هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (الجزو ۲) یعنی قرآن میں تین صفتیں ہیں اوّل یہ کہ جو علوم دین لوگوں کو معلوم نہیں رہے تھے اُن کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ دوسرے جن علوم میں پہلے کچھ اجمال چلا آتا تھا اُن کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ تیسرے جن اُمور میں اختلاف اور تنازعہ پیدا ہو گیا تھا اُن میں قول فیصل بیان کر کے حق اور باطل میں فرق ظاہر کرتا ہے۔'' (براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ 205 حاشیہ نمبر 11)

(تفسیر سورۃ البقرۃ بیان فرمودہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام جلد 2 صفحات 266,264)

حدیث مبارکہ

عَنْ اَنَسٍ ؓ قَالَ لَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَكَانَ اَكْثَرُ الصَّحَابَةِ مُشَاةً وَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِبًا فَمَرُّوْا عَلٰى نَهْرٍفِى الطَّرِيْقِ(اَلْمَاءُ الَّذِىْ بَيْنَ كَدِيْدٍ وَعَسْفَانَ) فَعَطِشَ النَّاسُ۔ فَقِيْلَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ وَاِنَّمَايَنْظُرُوْنَ فِيْمَا فَعَلْتَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:اِشْرَبُوْا اَيُّهَا النَّاسُ! فَاَبَوْا۔فَقَالَ! اِنِّىْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ اِنِّىْ رَاكِبٌ فَاَبَوْا۔فَثَنّٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخُذَهٗ فَنَزَلَ وَدَعَابِقَدَحٍ مِنْ مَّاءٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَشَرِبَ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَشَرِبُوْا وَمَاكَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّشْرَبَ فَقِيْلَ بَعْدَ ذٰلِكَ اِنَّ بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ اُولٰئِكَ الْعُصَاةُ اُولٰئِكَ الْعُصَاةُ۔

(مسلم کتاب الصوم باب جواز الصوم والفطرفی شهر رمضان للمسافر' ترمذی)

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے لئے مدینہ سے چلے تو رمضان کا مہینہ تھا۔آپؐ کے ساتھ سب لوگوں نے بھی روزہ رکھا۔اکثر صحابہؓ پیدل تھے اور حضورؐ سوار تھے۔راستے میں کدید اور عسفان کے درمیان ایک چشمے کے پاس سے گزر ہوا۔لوگوں کو بہت پیاس لگ رہی تھی۔حضورؐ سے عرض کیا گیا کہ روزہ کی وجہ سے لوگوں کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے اور وہ حضورؐ کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ آپؐ کیا کرتے ہیں۔حضورؐ نے فرمایا اے لوگو! پانی پی لو میں تو سوار ہوں اور مجھے کوئی ایسی پیاس نہیں۔لیکن لوگوں نے پانی نہ پیا۔اس پر آنحضرت ﷺ سواری سے اترے اور یہ عصر کے بعد کا وقت تھا۔حضورؐ نے پانی کا پیالہ منگوایا اور (باوجود ضرورت نہ ہونے کے پانی) پی لیا۔لوگوں نے بھی آپؐ کو دیکھ کر پیا۔اس کے بعد آپؐ کو اطلاع دی گئی کہ اب بھی بعض لوگوں نے روزہ رکھا ہوا ہے اور انہوں نے پانی نہیں پیا۔اس پر آپؐ نے فرمایا یہ لوگ نافرمان ہیں۔یہ لوگ نافرمان ہیں۔

عَنِ الْفَاكَةِ بْنِ سَعْدٍ ؓ وَكَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمَ عَرَفَةَ وَيَوْمَ الْفِطْرِوَيَوْمَ النَّحْرِ۔

(مسند احمد حدیث الفاکة بن سعد ؓ صفحه78/4)

حضرت فاکہ ؓ جو آنحضرت ﷺ کے صحابی تھے' بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جمعہ کے دن، عرفہ کے دن یعنی نویں ذوالحجہ کو' عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے دن ضرور نہاتے۔

عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰة تفریع ابواب الجمعة)

حضرت اوس بن اوس ؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دنوں میں سے بہترین دن جمعہ کا دن ہے' اس دن مجھ پر بہت زیادہ درود بھیجا کرو کیونکہ اس دن تمہارا یہ درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

ارشاداتِ عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

''2فروری 1900 کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رمضان المبارک کے روزے نہ رکھنے والوں پر تأسف کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''جنہوں نے ان دنوں میں روزے رکھے ہیں، وہ کچھ دبلے نہیں ہوگئے اور جنہوں نے استخفاف کے ساتھ اس مہینہ کو گزارا ہے، وہ کچھ موٹے نہیں ہوگئے۔ اُن کا بھی وقت گزر گیا۔ ان کا بھی زمانہ گزر گیا۔ جاڑے کے روزے تھے۔ صرف غذا کے اوقات کی ایک تبدیلی تھی۔ سات آٹھ بجے نہ کھائی چار پانچ بجے کھا لی۔ باوجود اس قدر رعایت کے پھر بھی بہتوں نے شعائر اللہ کی عظمت نہیں کی اور خدا تعالیٰ کے اس واجب التکریم مہمان ماہ رمضان کو بڑی حقارت سے دیکھا۔ اس قدر آسانی کے مہینوں میں رمضان کا آنا ایک قسم کا معیار تھا اور مطیع و عاصی میں فرق کرنے کے لئے یہ روزے میزان کا حکم رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آسانی تھی۔ سلطنت نے ہر قسم کی آزادی دے رکھی ہے۔ طرح طرح کے پھل اور غذائیں میسر آتی ہیں۔ کوئی آسائش و آرام کا سامان نہیں، جو آج مہیا نہ ہوسکتا ہو۔ بایں ہمہ جو پرواہ نہیں کی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دلوں میں خدا پر ایمان نہیں رہا۔''

(ملفوظات جلد اوّل ص 316)

''روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اُسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدِنظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے۔ دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کے لئے تسلی اور سیری کا باعث ہے۔ اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے اُنہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں۔ جس سے دوسری غذا اُنہیں مل جاوے۔''

(الحکم جلد11 نمبر 2 مورخہ 17 جنوری 1907 صفحہ 9)

''جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام میں روزہ رکھتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا کے حکم پر عمل کرنا چاہیئے کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کرسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو۔ بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو اُن پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔''

(بدر جلد 6 نمبر 42 مورخہ 17 اکتوبر 1907 صفحہ 7)

''جب میں نے چھ ماہ کے روزے رکھے تھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے ملا (کشف میں) اور انہوں نے کہا تو نے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں ڈالا ہوا ہے۔ اس سے باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کرکے اُسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے''۔

(البدر جلد 1 نمبر 7 دسمبر 1902 ص 52-53)

رمضان، عید مبارک

کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ایسی سُرعت سے یہ شہرت ناگہاں سالوں کے بعد
کیا نہیں ثابت یہ کرتی صدقِ قولِ کردگار

کچھ تو سوچو ہوش کر کے کیا یہ معمولی ہے بات
جس کا چرچا کر رہا ہے ہر بشر اور ہر دیار

مِٹ گئے حیلے تمہارے ہو گئی حُجت تمام
اب کہو کس پر ہوئی اے منکرو لعنت کی مار

بندۂ درگاہ ہوں اور بندگی سے کام ہے
کچھ نہیں ہے فتح سے مطلب نہ دل میں خوف ہار

مت کرو بک بک بہت۔اسکی دِلوں پر ہے نظر
دیکھتا ہے پاکیٔ دل کو نہ باتوں کی سنوار

کیسے پتھر پڑ گئے ہے ہے تمہاری عقل پر
دیں ہے مُنہ میں گُرگ کے۔تم گُرگ کے خود پاسدار

ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دینِ احمدؐ پر تبر
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور اُنکے وُہ وار

کون سی آنکھیں جو اس کو دیکھ کر روتی نہیں
کون سے دل ہیں جو اس غم سے نہیں ہیں بے قرار

کھا رہا ہے دِیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج
اک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار

یہ مصیبت کیا نہیں پہنچی خُدا کے عرش تک
کیا یہ شمس الدِّیں نہاں ہو جائے گا اب زیر غار

جنگِ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
دل گھٹا جاتا ہے یا رب سخت ہے یہ کار زار

ہر نبیؑ وقت نے اس جنگ کی دی تھی خبر
کر گئے وہ سب دعائیں باد و چشم اشکبار

اے خدا شیطاں پہ مجھ کو فتح دے رحمت کے ساتھ
وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار

خطبہ جمعہ

دُعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہر جاتی ہے اور جب تک اپنے نبی ﷺ پر درود نہ بھیجے اس میں سے کوئی حصہ بھی خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کے لئے اوپر نہیں جاتا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا اس نے جنت کا رستہ کھو دیا، یا وہ جنت کے راستے سے ہٹ گیا

پس آپ میں سے ہر ایک ، پرانے احمدی بھی اور نئے شامل ہونے والے احمدی بھی اگر اپنی تعداد کو بڑھانا چاہتے ہیں ، اپنے آپ کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں تو بہت درود پڑھیں ۔ سمجھ کر پڑھیں ، دل کی گہرائیوں سے پڑھیں تااللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْماً (الحزاب: ۵۷)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ ۵ ستمبر ۲۰۰۳ء بمقام احمدیہ مشن فرانس

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْماً

(الحزاب: ۵۷)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جو درود شریف پڑھنے کی اس قدر تاکید فرمائی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا آنحضرت ﷺ کو ہماری دعاؤں کی حاجت ہے، نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں یہ طریق سکھایا ہے کہ اے میرے بندو تم جب اپنی حاجات لے کر میرے پاس آؤ، میرے پاس حاضر ہو تو اپنی دعاؤں کو قبول کروانے اور اپنی حاجات کو پوری کرنے کا اب ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ میرے پیارے نبی ﷺ کے ذریعہ سے مجھ تک پہنچو۔ اگر تم نے یہ وسیلہ اختیار نہ کیا تو پھر تمہاری سب عبادتیں رائیگاں چلی جائیں گی کیونکہ مَیں نے یہ سب کچھ کائنات اپنے اس پیارے نبی کے لئے پیدا کی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”اگر چہ آنحضرت ﷺ کو کسی دوسرے کی دعا کی حاجت نہیں۔ لیکن اس میں ایک نہایت عمیق بھید ہے۔ جو شخص ذاتی محبت سے کسی کے لئے رحمت اور برکت چاہتا ہے وہ بباعث ذاتی محبت کے اس شخص کے وجود کی ایک جزو ہو جاتا ہے۔ پس جو فیضان شخص مدعولہٗ پر ہوتا ہے وہی فیضان اس پر جاری ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت ﷺ پر فیضان حضرت احدیت کے بے انتہا ہیں اس لئے درود بھیجنے والوں کو کہ جو ذاتی محبت سے آنحضرت ﷺ کے لئے برکت چاہتے ہیں، بے انتہا برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتا ہے۔ مگر بغیر روحانی جوش اور ذاتی محبت کے یہ فیضان بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے“

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۴۔۲۵)

اس اقتباس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں جو باتیں

سمجھائی ہیں جن سے درود شریف پڑھنے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

فرمایا پہلے تو تم سب یہ یاد رکھو کہ آنحضرت ﷺ کو تمہاری دعاؤں کی ضرورت نہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ تمہارے درود پڑھنے سے ہی آنحضرت ﷺ کا مقام بلند ہو رہا ہے۔ وہ تو پہلے ہی ایک ایسی ہستی ہے جو خدا تعالیٰ کو بہت پیاری ہے۔ فرمایا کہ اس میں گہرا راز ہے اور وہ یہ کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے سے ایک ذاتی تعلق اور محبت کی وجہ سے اس دوسرے شخص کے لئے رحمت اور برکت چاہتا ہے تو وہ اس کے وجود کا ہی حصہ بن جاتا ہے۔ یعنی وہ محبت اور تعلق میں ایک ہو جاتے ہیں مثلاً دنیاوی رشتوں میں آپ دیکھیں مثال دیتا ہوں، ماں بچے کی محبت ہے۔ بعض دفعہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بچہ جب چلنا شروع کرتا ہے، ذراسی ہوش اس کو آتی ہے، اگر اس کو کوئی کھانے کی چیز ملے تو وہ بعض دفعہ اس میں ایک چھوٹا سا ٹکڑا جو اکثر ٹکڑے کی بجائے ذرّات کی شکل میں ہوتا ہے۔ وہ اس پیار اور تعلق کی وجہ سے جو اس بچے کو اپنی ماں سے ہے، اپنی ماں کے منہ میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اس چھوٹے سے ٹکڑے کی وجہ سے ماں کا پیٹ تو نہیں بھر رہا ہوتا لیکن ایک پیار کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے اور اس حرکت کی وجہ سے ماں کو بھی اس بچے پر اتنا ہی پیار آتا ہے اور بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور وہ اس کو پہلے سے بڑھ کر اپنے ساتھ چمٹاتی ہے اس کی ایک چھوٹی سی معصوم سی حرکت پر اس کا خیال رکھتی ہے تو اس طرح کی مثالیں کم وبیش آپ کو اور بھی دنیاوی تعلقات میں دنیاوی رشتوں میں ملتی رہیں گی۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس اقتباس میں فرما رہے ہیں کہ

جب محبت میں ایک ہی وجود بن جائیں تو جو فیض اس کو ملتا ہے اور جو برکتیں اس کو ملتی ہیں جس کے لئے آپ دعا کر رہے ہوتے ہیں وہی آپ کو بھی مل رہا ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں: کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمتیں اور برکتیں ہیں اور بے انتہا فیض ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر نازل فرمائیں اور فرما رہا ہے اور فرماتا چلا جائیگا جب تک یہ دنیا قائم ہے تو آپ کو بھی درود بھیجنے کی وجہ سے اس ذاتی تعلق کی وجہ سے جو ہمیں آنحضرت ﷺ کی ذات سے ہے اور ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر نازل ہونے والے فیض سے ان لوگوں کو بھی حصہ ملتا رہے گا جو ایک سچے دل کے ساتھ آپ پر درود بھیج رہے ہوں گے مگر شرط یہی ہے کہ ایک جوش ایک محبت ہو جو درود پڑھتے وقت آپ کے اندر پیدا ہو رہا ہو۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس کثرت سے درود شریف پڑھنے پر آپ پر جو بے انتہاء برکتیں نازل ہوئیں اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں ایک زمانے تک مجھے استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں بجز وسیلہء نبی کریم مل نہیں سکتیں۔ جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے۔

وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (مائدہ آیت ۳۶)

تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ دو سقّے آئے ہیں اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راستے سے میرے گھر میں داخل ہوئے اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں

هٰذَا مَا صَلَّيْتَ عَلٰى مُحَمَّدٍ" ﷺ

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۲۸ تذکرہ صفحہ ۷۷ مطبوعہ ۱۹۶۹)

تو اس میں آپ فرما رہے ہیں کہ

کیونکہ مَیں اپنے پیدا کرنے والے خالق کو، مالک کو حاصل کرنا چاہتا تھا اور مجھے یہ پتہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اتنا آسان کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا راستہ کوئی آسان راستہ نہیں۔ بڑا مشکل اور کٹھن راستوں سے گزر کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ تو اس قرب کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہی آپ فرماتے ہیں اب مجھ تک یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا اب ایک ہی ذریعہ ہے، ایک ہی وسیلہ ہے اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں تو آپ یہ فرما رہے ہیں کہ مَیں نے اس سے سبق لیتے ہوئے آپ ﷺ پر بہت زیادہ درود بھیجا۔ اور گویا اس طرح تھا کہ میں ہر وقت اس ایک خیال میں ڈوبا رہتا تھا اور آپ پر درود بھیجتا رہتا تھا تو نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بتانے کے لئے کہ تم بھی اب اس وسیلہ سے میرا قرب پا چکے ہو مجھے کشفی حالت میں یہ نظارہ دکھایا کہ دو آدمی جن کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اندرونی اور بیرونی راستے سے میرے گھر میں داخل ہوئے اور کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کی وجہ سے ہی یہ سب کچھ حاصل ہوا ہے تو اندرونی اور بیرونی راستوں سے داخل ہونے کا مطلب بھی یہی ہے کہ اب اس برکت سے آپ پر ہر طرح کی برکتیں اور فضل نازل ہوتے رہیں گے اور آپ پر بھی آنحضرت ﷺ کا فیض جو ہے وہ پہنچتا رہے گا۔ تو یہ ہیں درود کی برکات۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک الہام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلْدِ اٰدم وَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ

''درود بھیج محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ہے ﷺ''

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب مراتب اور تفضلات اور عنایات اسی کی طفیل سے ہیں اور اسی سے محبت کرنے کا صلہ ہے۔ سبحان اللہ اس سرورِ کائنات کے حضرت احدیت میں کیا ہی اعلیٰ مراتب ہیں اور کس قسم کا قرب ہے کہ اس کا محبّ خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔''

یعنی آپ ﷺ کے اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کا مرتبہ کتنا بلند ہے کہ جو آنحضرت ﷺ سے محبت کرنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا بھی محبوب بن جاتا ہے۔ اور اس کا خادم ایک دنیا کا مخدوم بنایا جاتا ہے۔

تو فرماتے ہیں کہ

''اس مقام پر مجھ کو یاد آیا کہ ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آبِ زلال کی شکل پر نُور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجے تھے۔ ﷺ

اور ایسا ہی عجیب ایک اور قصہ یاد آیا ہے کہ ایک مرتبہ الہام ہوا۔ جس کے معنی یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادہ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے۔ (اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ دین کا از سرنو سے احیاء ہو، دین پھیلے) لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محیی کی تعیین ظاہر نہیں ہوئی اس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اسی اثنا میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محیی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا۔ اور اشارہ سے اس نے کہا

هٰذَا رَجُلٌ یُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے

اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے۔

''یعنی سب سے بڑی شرط یہی ہے کہ دین کو زندہ کرنے والا کون ہوگا، وہی جو اللہ تعالیٰ کے رسول سے محبت رکھتا ہے،''

سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔ یعنی یہ شرط حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پائی جاتی ہے، یہ اشارہ کر رہے ہیں وہ فرشتے۔

اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آل رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے۔ سو اس میں بھی یہی سرّ ہے کہ افاضہ انوار الٰہی میں محبت اہل بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے۔ اور جو شخص حضرت احدیت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے وہ انہیں طیبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے۔ اور تمام علوم و معارف میں ان کا وارث ٹھہرتا ہے۔''

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۹۸۔۵۹۹)

حدیث شریف میں آتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ شخص ہوگا جو ان میں سے مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والا ہوگا۔''

(ترمذی کتاب الصلاۃ باب ماجاء فی فضل الصلاۃ علی النبی)

پھر ایک روایت آتی ہے۔

حضرت عبداللہ عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو تم بھی وہی الفاظ دہراؤ جو وہ کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو۔ جس شخص نے مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس گنا رحمتیں نازل فرمائے گا۔

پھر فرمایا میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو یہ جنت کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک کو ملے گا اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ وہ مَیں ہی ہوں گا۔ جس کسی نے بھی میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگا اس کے لئے شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب القول مثل قول المئوذن لمن سمعه ثم یصلی علیٰ النبی)

تو اس سے مزید یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اس کی رحمتیں اور اس کی بخشش اگر چاہتے ہو تو وہ اب صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کے ذریعہ سے ہی ملے گی اور یہ بھی آپؐ کا بہت سے احسانوں میں سے ایک احسان ہے کہ اس کا طریق بھی سکھا دیا۔ اذان کے بعد کی دعا بھی سکھا دی کہ اس طرح

میرا وسیلہ تلاش کرو۔ تو یہ دعا بھی ہر ایک کو یاد کرنی چاہیے۔

پھر ایک حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھ پر درود بھیجا کرو تمہارا مجھ پر درود بھیجنا خود تمہاری پاکیزگی اور ترقی کا ذریعہ ہے۔

(جلاء الافہام بحوالہ کتاب صلوٰۃ علی النبی اسماعیل بن اسحاق)

پس کس شخص کی خواہش نہیں ہوتی کہ وہ نیکی اور پاکیزگی میں ترقی کرے۔ تو ہمارے محسن ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہمیں یہ راستہ دکھا دیا کہ مجھ پر درود بھیجو تمہارا مجھ پر درود بھیجنا خود تمہاری پاکیزگی کا باعث بنے گا۔ لیکن کیا صرف خالی درود پڑھنے سے ہی تمام مراحل طے ہو جائیں گے۔ کئی تسبیح پھیرنے والے آپ کو ملیں گے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم ذکرِ الٰہی کر رہے ہیں اور اتنی تیزی سے تسبیح چل رہی ہوتی ہے کہ اس میں درود پڑھا ہی نہیں جا سکتا۔ بلکہ کوئی ذکر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ان کی حالت دیکھ کر دل بے چین ہو جاتا ہے کہ یہ کس طرح درود پڑھ رہے ہیں تو یہ کس قسم کے لوگ ہیں جو اللہ اور رسول کا نام لے رہے ہیں اور آدمی کو بعض دفعہ خیال بھی آتا ہے کہ یہ ان کے ظاہری اعمال ہیں اور یہ ان کی حالت ہے جو نظر آ رہی ہے۔ تسبیح پھیر رہے ہیں۔ تو یہ تضاد کیوں ہے۔ تو اس مسئلے کو اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے بھی اس طرح حل فرمایا ہے اور ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ ہمیں اس زمانہ کے امام کو پہچاننے کی توفیق ملی۔

آپ فرماتے ہیں "رسول اللہ ﷺ کی محبت کے ازدیاد اور تجدید کے لئے ہر نماز میں درود شریف کا پڑھنا ضروری ہو گیا تا کہ اس دعا کی قبولیت کے لئے استقامت کا ایک ذریعہ ہاتھ آئے درود شریف جو حصول استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے بکثرت پڑھو مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہ ﷺ کے حسن اور احسان کو مدنظر رکھ کر اور آپ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے اور آپ کی کامیابیوں کے واسطے" آپ کی کامیابیاں کیا ہیں۔ یہی کہ اسلام کو ساری دنیا میں غلبہ حاصل ہو اس کا نتیجہ یہ ہو گا قبولیت دعا کا شیریں اور لذیذ پھل تم کو ملے گا۔ قبولیت دعا کے تین ہی ذریعے ہیں

اول: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ

دوم: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

سوم: موہبتِ الٰہی

(سلسلہ کلمات طیبات حضرت امام الزمان نمبر ۱ حضرت اقدس کی ایک تقریر صفحہ ۲۲ رسالہ ریویو اردو جلد ۳ نمبر ۱ صفحہ ۱۴۔۱۵)

تو پہلی دو تو یہی ہیں جو آنحضرت ﷺ کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی آنحضرت ﷺ کی پیروی میں ملے گی۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ بھی آپ پر درود شریف بھیجیں۔ تو جب تک درد کے ساتھ، جوش کیساتھ آپ کے احسانوں کو سامنے رکھتے ہوئے درود شریف نہیں پڑھا جائے گا اور دل میں وہ جوش نہیں پیدا ہو گا جس سے آپؐ پر درود بھیجنے کا حق ادا ہو تو اس وقت تک یہ درود صرف زبانی درود ہی کہلائے گا اور آپ کے دل سے نکلی ہوئی آواز نہیں ہو گی۔ تو درود شریف پڑھنے کے بھی کچھ طریقے ہیں، کچھ اسلوب ہیں، ان کو اپناتے ہوئے اگر ہم درود پڑھیں گے تو یقیناً یہ عرش تک پہنچے گا اور بے انتہا رحمتیں اور برکتیں لے کر پھر واپس آئے گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لئے ایک کفارہ ہے۔ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اس پر اللہ تعالیٰ دس بار رحمت بھیجے گا۔

(جلاء الفہام بحوالہ کتاب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ ابن ابی عاصم)

انسان خطاؤں کا پتلا ہے، غلطیاں کرتا ہے، اگر خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو پتہ نہیں کیا سلوک ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلوں کو اپنے بندوں پر نازل کرنے کا بھی طریق آنحضرت ﷺ کے ذریعہ ہمیں بتا دیا کہ آپ ﷺ پر درود بھیجو، آپ کے حسن و احسان کو یاد کرتے ہوئے آپ پر درود بھیجو اور بھیجتے چلے جاؤ، تو اللہ تعالیٰ کی دس گنا زیادہ رحمتوں کے وارث بنتے چلے جاؤ گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

پھر ایک حدیث میں آتا ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ

آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنا اس سے بھی کہیں بڑھ کر گناہوں کو نابود کرتا ہے جتنا کہ ٹھنڈا پانی پیاس کو۔ اور آپ پر سلام بھیجنا گردنوں کو آزاد کرنے سے بھی زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اور آپ کی محبت اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے یا جہاد کرنے سے بھی افضل ہے۔

(تفسیر در منثور بحوالہ تاریخ خطیب وترغیب اصفہانی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز اس دن کے خطرات سے اور ہولناک مواقع سے تم میں سے سب سے زیادہ محفوظ اور نجات یافتہ وہ شخص ہوگا جو دنیا میں مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والا ہوگا۔ فرمایا کہ (میرے لئے تو) اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا درود ہی کافی تھا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ثواب پانے کا ایک موقع بخشا ہے۔

(تفسیر در منثور بحوالہ ترغیب اصفہانی و مسند دیلمی)

تو اس حدیث سے مزید بات کھل گئی کہ اللہ تعالیٰ موقعے کی تلاش کر رہا ہے مومنوں کو اپنی رحمتوں اور فضلوں کی چادر میں لپیٹنے کا کہ تم میرے پیارے نبی ﷺ پر درود بھیجو میں تمہاری نجات کے سامان پیدا کرتا چلا جاؤں گا۔ تو یہ بھی ایک احسان ہے آپ ﷺ کا کہ آپ نے اُخروی نجات کے حصول کا طریق بھی ہمیں سکھا دیا۔

حضرت عمرؓ بن خطاب فرماتے ہیں کہ دُعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہر جاتی ہے اور جب تک اپنے نبی ﷺ پر درود نہ بھیجے اس میں سے کوئی حصہ بھی خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کے لئے اوپر نہیں جاتا۔

(ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی فضل الصلاۃ علی النبیؐ)

تو جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے اس حدیث نے مزید واضح کیا کہ اگر تم دعاؤں کی قبولیت چاہتے ہو تو ایک دلی جوش اور محبت کے ساتھ جس سے بڑھ کر محبت کسی دوسرے شخص سے نہیں ہوسکتی اور نہیں ہونی چاہیے، آنحضرت ﷺ پر درود کے ذریعہ سے اپنے مولا کے حضور پیش کرو تو تمہاری ساری دعائیں قابل قبول ہوں گی اور راستے میں بکھر نہیں جائیں گی۔

ایک روایت ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے کعب بن عجرہ ملے اور کہنے لگے کیا مَیں آنحضرت ﷺ سے سنی ہوئی ایک بات بطور ہدیہ تمہیں نہ پہنچاؤں؟ مَیں نے کہا آپ ضرور مجھے یہ ہدیہ دیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم آپ لوگوں یعنی آپ کے گھر کیساتھ تعلق رکھنے والے تمام لوگوں پر درود کس طرح بھیجا کریں؟ سلام بھیجنے کا طریق تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا مگر درود بھیجنے کا طریق ہم نہیں جانتے۔ تو آپؐ نے فرمایا یوں کہا کرو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَا ھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَا ھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط وَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَا ھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَا ھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط

اے اللہ! محمد ﷺ اور محمد ﷺ کی آل پر درود بھیج۔ جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی آل پر درود بھیجا۔ تو بہت ہی حمد والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر برکتیں بھیج۔ جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ پر اور حضرت ابراہیمؑ کی آل پر برکتیں بھیجیں۔ تو بہت ہی حمد والا اور بزرگی والا ہے۔

تو دیکھیں اس میں صحابہ کی نیکیاں، کہ ایک تو وہ یہ تڑپ دل میں رکھے ہوئے ہیں کہ میرا دوسرا مومن بھائی بھی ان فضلوں سے محروم نہ رہ جائے جو اللہ تعالیٰ مجھ پر کر رہا ہے۔ اور پھر یہ تڑپ کہ مَیں زیادہ سے زیادہ مومنوں تک یہ بات پہنچاؤں کہ میرے پیارے نبی ﷺ پر درود بھیجیں۔ تو یہ ہیں مومنوں کے طریق۔ لیکن یاد رکھیں کہ دنیاوی دکھاوے کے لئے، جیسا کہ مَیں نے پہلے عرض کیا ہے محفلیں جما کر طوطے کی طرح رٹ لگاتے ہوئے بغیر غور کے درود پڑھنے کا طریق صحیح نہیں ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ پر درود بھیجو تو بہت اچھی طرح سے بھیجا کرو۔ تمہیں کیا معلوم کہ ہوسکتا ہے وہ آنحضرت ﷺ کے حضور پیش کیا جاتا ہو۔ راوی کہتا ہے کہ سامعین نے ان سے کہا آپ ہمیں اس کا طریقہ

بتائیں۔ انہوں نے کہا یوں کہا کرو۔ اے اللہ! اپنی جناب سے درود بھیج رحمت اور برکات نازل فرما، سید المرسلین اور متقیوں کے امام اور خاتم النبیین، محمد اپنے بندے اور اپنے رسول پر جو ہر نیکی کے میدان کے پیشوا اور ہر نیکی کی طرف لے جانے والے ہیں اور رسول رحمت ہیں۔ اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ کو ایسے مقام پر فائز فرما جس پر پہلے اور پچھلے سب رشک کریں۔

(سنن ابن ماجه كتاب اقامة الصلٰوة و السنة فيها)

پھر ایک حدیث ہے حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے اس وقت تک فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اب چاہے تو اس میں کمی کرے چاہے تو اس کو زیادہ کرے۔

(سنن ابن ماجه كتاب اقامة الصلٰوة و السنة فيها)

تو یہ دیکھیں کیا طریقے ہمیں سمجھائے ہیں فضلوں کو حاصل کرنے کے۔

پھر ایک روایت آتی ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مَیں نے حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ مَیں اپنی دعا کے وقت ایک بڑا حصہ حضور پر درود بھیجنے میں صرف کرتا ہوں۔ بہتر ہو کہ حضور ارشاد فرمائیں کہ مَیں اپنی دعا کے وقت میں سے کس قدر حصہ حضور پر درود بھیجنے میں مخصوص کر دوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جتنا چاہو۔ مَیں نے عرض کی کیا ایک چوتھائی؟ فرمایا جتنا چاہو۔ اگر اس میں اضافہ کرو تو تمہارے لئے اور بھی بہتر ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ آئندہ مَیں اپنی دعا کا سارا وقت حضور پر درود کے لئے مقرر کرتا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اس صورت میں تمہاری ساری ضرورتیں اور مرادیں پوری ہوں گی اور سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (ترمذی)

اس زمانہ میں بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں میں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں جیسا کہ اس روایت سے پتہ چلتا ہے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''مَیں لاہور کے دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل میں ملازم تھا۔ ۱۸۹۸ء کا یہ اس کے قریب کا واقعہ ہے کہ مَیں درود شریف کثرت سے پڑھتا تھا اور اس میں بہت لذت اور سرور حاصل کرتا تھا۔ انہی ایام میں مَیں نے ایک حدیث میں پڑھا کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں عرض کیا کہ میری ساری دعائیں درود شریف ہی ہوا کریں گی۔ یہ حدیث پڑھ کر مجھے بھی پُر زور خواہش پیدا ہوئی کہ مَیں بھی ایسا ہی کروں۔ چنانچہ ایک روز جبکہ قادیان آیا ہوا تھا اور مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر تھا۔ مَیں نے عرض کیا کہ میری یہ خواہش ہے کہ مَیں اپنی تمام خواہشوں اور مرادوں کی بجائے اللہ تعالیٰ سے درود شریف ہی کی دعا مانگا کروں۔ حضورؑ نے اس پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور تمام حاضرین سمیت ہاتھ اٹھا کر اسی وقت میرے لئے دعا کی۔ کہتے ہیں تب سے میرا اس پر عمل ہے کہ اپنی تمام خواہشوں کو درود شریف کی دعا میں شامل کر کے اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں''۔

ایک روایت ہے، حدیث میں آتا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے تو مَیں آپ کے پیچھے پیچھے ہو گیا۔ آپؐ کھجوروں کے ایک باغ میں داخل ہوئے اور سجدہ ریز ہو گئے۔ کہتے ہیں رفتہ رفتہ انتظار کرتے کرتے اتنا لمبا عرصہ گزر گیا کہ مَیں دیکھ رہا تھا کہ اس عرصہ میں آپؐ سجدہ کی حالت میں ہیں۔ اور سجدہ میں چونکہ مَیں مُخل نہیں ہونا چاہتا تھا اس لئے مَیں آگے نہیں بڑھا۔ لیکن اتنا لمبا عرصہ گزرا تو مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ نعوذ باللہ من ذٰلک رسول اللہ ﷺ کی روح قفس عنصری سے پرواز نہ کر گئی ہو، اسی سجدہ کی حالت میں آپ فوت نہ ہو گئے ہوں۔ اس غم اور فکر سے مَیں دوڑا۔ قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے آنے کی آواز سنی اور سجدہ سے سر اٹھایا اور پوچھا: اے عبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ مَیں نے آپؐ سے اپنے خدشے کا اظہار کیا یا رسول اللہ! یہ وجہ ہے جو مَیں آپ کے قریب آ گیا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جبرائیل نے مجھے کہا ہے کہ کیا مَیں تجھے خوشخبری نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس شخص نے تجھ پر درود بھیجا مَیں اس پر رحمت نازل کروں گا۔ اور تجھ پر سلام بھیجے گا مَیں اس پر سلامتی نازل کروں گا۔

(مسند احمد بن حنبل)

پھر ایک حدیث میں روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا اس نے

جنت کا رستہ کھودیا، یا وہ جنت کے راستے سے ہٹ گیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اقاعۃ و لسنۃ فیھا باب الصلٰوۃ علی النبی ؐ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"دنیا میں کروڑ ہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مردِ خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد ﷺ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْماً

(الاحزاب: ۵۷) (چشمہ معرفت، روحنی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۰۱، ۳۰۲)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: رُسول اللہ ﷺ کے واقعات پیش آمدہ کی اگر معرفت ہو اور اس بات پر پوری اطلاع ہو کہ اس وقت دنیا کی کیا حالت تھی اور آپ نے آکر کیا کیا تو انسان وجد میں آجاتا ہے"۔ یعنی کہ اس زمانہ میں جب آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے۔ دنیا کی کیا حالت تھی، کس قدر گراوٹ تھی اور۔۔۔ کیا تبدیلیاں پیدا ہوئیں آپ کے آنے سے۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ انسان کی روح وجد میں آجاتی ہے۔

اور وجد میں آکر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہہ اُٹھتا ہے

میں سچ سچ کہتا ہوں یہ خیالی اور فرضی بات نہیں ہے۔ قرآن شریف اور دنیا کی تاریخ اس امر کی پوری شہادت دیتی ہے کہ نبی کریم نے کیا کیا۔ ورنہ وہ کیا بات تھی جو آپ کے لئے مخصوصاً فرمایا گیا۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْماً

(الاحزاب: ۵۷)

کسی دوسرے نبی کے لئے یہ صدا نہیں آئی۔ پوری کامیابی پوری تعریف کے ساتھ یہی ایک انسان دنیا میں آیا جو محمد کہلایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

(الحکم جلد ۵ نمبر ۲ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۱ صفحہ ۳)

آپ فرماتے ہیں کہ: خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ متقی وہ ہے جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں، اور مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے۔ ان کی گفتگو ایسی ہوتی ہوے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے۔ ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہیئے جس سے ہماری فلاح ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں۔ وہ خاص تقویٰ کو چاہتا ہے۔ جو تقویٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔ آنحضرت ﷺ یا حضرت ابراہیم علیہ السلام میں سے کسی نے وراثت سے عزت نہیں پائی۔ گو ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والد ماجد عبداللہ مشرک نہ تھے لیکن اس نے نبوت تو نہیں دی۔ یہ تو فضل الٰہی تھا، ان صدقوں کے باعث جو ان کی فطرت میں تھے، یہی فضل کے محرک تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ابوالانبیاء تھے انہوں نے اپنے صدق و تقویٰ سے ہی بیٹے کو قربان کرنے میں دریغ نہ کیا۔ خود آگ میں ڈالے گئے۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہی صدق وصفا دیکھئے۔ آپؐ نے ہر قسم کی بدتحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے لیکن پرواہ نہ کی۔ یہی صدق و صفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْماً

(الاحزاب: ۵۷)

اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسول پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی نبی پر درود بھیجو۔

فرماتے ہیں کہ:

"اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کیلئے کوئی لفظ خاص نہیں فرمایا"۔ یعنی ایسے اعمال اللہ تعالیٰ کو پسند تھے کہ ان کو محدود کرنے کے لئے کوئی لفظ ایسا نہیں تھا جس سے وہ اوصاف محدود ہو جائیں، یعنی ان کی کوئی حد نہیں تھی۔ فرماتے ہیں: یعنی آپ کی روح میں وہ صدق و وفا تھا اور آپ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کیلئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔ آپ کی ہمت وصدق وصفا کا کہاں تک اثر آپ کے پیروؤں پر ہوا تھا۔ ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ایک بدروش کو درست کرنا کس قدر مشکل ہے۔ عادات راسخہ کو گنوانا کیسا محالات سے ہے۔ یعنی جو عادات پکی ہو جائیں ان کو چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ لیکن ہمارے مقدس نبی ﷺ نے تو ہزاروں انسانوں کی درست کیا، جو حیوانوں سے بدتر تھے۔ یعنی بعض ماؤں اور بہنوں میں حیوانوں کی طرح فرق نہ کرتے تھے۔ یتیموں کا

مال کھاتے تھے۔ مُردوں کا مال کھاتے تھے۔ بعض ستارہ پرست تھے۔ بعض دہریہ تھے بعض عناصر پرست تھے۔ جزیرہ عرب کیا تھا ایک مجموعہ مذاہب اپنے اندر رکھتا تھا۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ قرآن کریم ایک قسم کی تعلیم اپنے اندر رکھتا ہے، ہر ایک غلط عقیدہ یا بری تعلیم جو دنیا میں ممکن ہے، اس کے استحصال کے لئے کافی تعلیم اس میں موجود ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عمیق حکمت اور تصرف ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''انسان تو دراصل بندہ یعنی غلام ہے غلام کا کام یہ ہوتا ہے کہ مالک جو حکم کرے، اُسے قبول کرے۔ اسی طرح اگر تم چاہتے ہو کہ آنحضرت ﷺ کے فیض حاصل کرو تو ضرور ہے کہ اس کے غلام ہو جاؤ۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ

اس جگہ بندوں سے مراد غلام ہی ہیں نہ کہ مخلوق۔ رسول کریم ﷺ کے بندہ ہونے کے واسطے ضروری ہے کہ آپ ؐ پر درود پڑھو اور آپ ؐ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کرو اور سب حکموں پر کاربند رہو۔''

(البدر جلد ۲، بنمر ۱۴ بتاریخ ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۹)

بعض دفعہ یہ سوال اٹھتا ہے کہ کتنی دفعہ درود پڑھنا چاہیے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک خط میں فرماتے ہیں:

''کسی تعداد کی پابندی ضروری نہیں۔ اخلاص اور محبت اور حضور اور تضرع سے پڑھنا چاہیئے۔ اور اس وقت تک پڑھتے رہیں جب تک ایک حالت رقت اور بے خودی اور تاثر کی پیدا ہو جائے۔ اور سینے میں انشراح اور ذوق پایا جائے۔''

نیز آپ ؑ نے فرمایا: اس قدر پڑھا جائے کہ کیفیتِ صلوٰۃ سے دل مملو ہو جائے اور ایک انشراح اور لذّت اور حیاتِ قلب پیدا ہو جائے۔

(مکتوبات حصہ اول صفحہ ۲۶)

محسوس ہو کہ دل میں ایک جوش ہے، لذت ہے۔ تو اب ان لوگوں کے سوال کا جواب اس میں آ گیا جو یہ کہتے ہیں کہ کتنی دفعہ پڑھنا چاہیئے۔ ایک تو اخلاص اور محبت دکھاؤ۔ جس کو محبوب بنایا ہے اس کا نام لینے میں، اس کی تعریف کرنے میں، اس کی خوبیاں بیان کرنے میں، اس کے محاسن گنوانے میں اس کا ذکر کرنے میں انسان گنتی کی قید تو نہیں لگاتا۔ دنیاوی محبوبوں کے لئے بھی یہ طریق استعمال نہیں ہوتا۔ یہ تو وہ محبوب ہے جس پر درود بھیجنے سے ہماری دنیا و آخرت دونوں سنور رہے ہیں۔ اور پھر ایسی کیفیت طاری ہو جائے کہ جذبات اپنی انتہا کو پہنچ جائیں اور پھر اس ذکر سے، اس درود بھیجنے سے ایک سرور اور ایک لطف آنا شروع ہو جائے، مزا آنا شروع ہو جائے اور دل یہ چاہے کہ انسان ہر وقت درود بھیجتا رہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَ سَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

حضرت اقدس مسیح موعود ؑ فرماتے ہیں۔ یہ بھی ایک خط ہے جو تحریر فرمایا آپ نے کہ

''آپ درود شریف کے پڑھنے میں بہت ہی متوجہ رہیں۔ اور جیسا کہ کوئی اپنے پیارے کے لئے فی الحقیقت برکت چاہتا ہے۔ ایسے ہی ذوق اور اخلاص سے حضرت نبی کریم ﷺ کے لئے برکت چاہیں اور بہت ہی تضرع سے چاہیں۔ اور اس تضرع اور دعا میں کچھ بناوٹ نہ ہو بلکہ چاہیے کہ حضرت نبی کریم ﷺ سے سچی دوستی اور محبت ہو۔ اور فی الحقیقت روح کی سچائی سے وہ برکتیں آنحضرت ﷺ کے لئے مانگی جائیں کہ جو درود شریف میں مذکور ہیں۔۔ اور ذاتی محبت کی یہ نشانی ہے کہ انسان کبھی نہ تھکے اور ملول ہو۔ اور نہ اغراض نفسانی کا دخل ہو۔ اور محض اسی غرض سے پڑھے کہ آنحضرت ﷺ پر خداوند کریم کے برکات ظاہر ہوں۔

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۴۔۲۵)

پھر آپ ؑ فرماتے ہیں کہ

''ایک مرتبہ مَیں سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ تین مختلف وقتوں میں میرے وارثوں نے میرا آخری وقت سمجھ کر مسنون طریقہ پر مجھے تین مرتبہ سورۃ یٰسین سنائی۔ جب تیسری مرتبہ سورۃ یٰسین سنائی گئی تو مَیں دیکھتا ہوں کہ بعض عزیز میرے جو اَب وہ دنیا سے گزر بھی گئے، دیواروں کے پیچھے بے اختیار روتے تھے اور مجھے ایک قسم کا قولنج تھا اور بار بار دم بدم حاجت ہو کر خون آتا تھا۔ سولہ دن برابر ایسی حالت رہی اور اسی بیماری میں میرے ساتھ ایک اور شخص بیمار ہوا تھا وہ آٹھویں دن راہی ملک بقا ہو گیا حالانکہ اس کے مرض کی شدت ایسی نہ تھی جیسی میری۔ جب بیماری کو سولھواں دن چڑھا تو اس دن بکلی حالاتِ یاس ظاہر ہو کر (یعنی بالکل مایوسی کی حالت طاری ہوگئی) تیسری مرتبہ

مجھے سورۃ یٰسین سنائی گئی اور تمام عزیزوں کے دل میں یہ پختہ یقین تھا کہ آج شام تک یہ قبر میں ہوگا۔ تب ایسا ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مصائب سے نجات پانے کے لئے بعض اپنے نبیوں کو دعائیں سکھلاتی تھیں مجھے بھی خدا نے الہام کر کے ایک دعا سکھلائی۔ اور وہ یہ ہے۔

"سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

(نزول المسیح۔ نشان نمبر ۷۷تاریخ ۱۸۸۰ء)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی تحریر فرماتے ہیں:

"ایک بار میں نے خود حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ درود شریف کے طفیل اور اس کی کثرت سے یہ درجے خدا نے مجھے عطا کئے ہیں۔ اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت ﷺ کی طرف جاتے ہیں۔ اور پھر وہاں جا کر آنحضرت ﷺ کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اور وہاں سے نکل کر ان کی لا انتہا نالیاں ہوتی ہیں۔ اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں" (یعنی جو لوگ درود شریف بھیج رہے ہیں اور جس جس جوش سے بھیج رہے ہیں ان تک وہ اتنا حصہ پہنچتا رہتا ہے۔ یقیناً کوئی فیض بدوں وساطت آنحضرت ﷺ دوسروں تک پہنچ ہی نہیں سکتا"۔ یعنی اب کوئی بھی فیض جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہوتے ہیں بغیر آنحضرت ﷺ کی وساطت کے کسی شخص تک نہیں پہنچ سکتے۔

فرمایا: "درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے تا کہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔"

(اخبار الحکم جلد ۷ نمبر ۸ صفحہ ۷ پرچہ ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء)

ایک دفعہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کو اپنی بعض مشکلات کی وجہ سے دعا کی تلقین کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

"آپ درویشانہ سیرت سے ہر ایک نماز کے بعد گیارہ دفعہ

لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

پڑھیں اور رات کو سونے کے وقت معمولی نماز کے بعد کم سے کم اکتالیس دفعہ درود شریف پڑھ کر دو رکعت نماز پڑھیں اور ہر ایک سجدہ میں کم سے کم تین دفعہ یہ دعا پڑھیں

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ

پھر نماز پوری کر کے سلام پھیر دیں اور اپنے لئے دعا کریں۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد ہفتم حصہ اول صفحہ ۳۳)

تو یہاں کسی کو یہ خیال نہ آئے کہ پہلے تو حد نہیں لگائی تھی یہاں تو گنتی بتا دی ہے تو واضح ہو کہ پہلے حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے مخصوص حالات کی وجہ سے دعا کا ایک طریق بتایا۔ دوسرے اس میں 'کم سے کم' کہا ہے کہ اتنی دفعہ ضرور پڑھیں۔ اصل بات وہی ہے کہ درود میں قید کوئی نہیں کہ زیادہ سے زیادہ کتنا پڑھا جائے۔ جتنی توفیق ہے پڑھتے چلے جائیں اور اتنا ہی فیض پاتے چلے جائیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں بھی درود کا کثرت سے ذکر ملتا ہے۔ اعجاز المسیح میں درج ہے کہ

فَصَلُّوْا عَلٰی ھٰذَا النَّبِیِّ الْمُحْسِنِ الَّذِیْ ھُوَ
مَظْھَرُ صِفَاتِ الرَّحْمٰنِ الْمَنَّانِ

(اے لوگو) اس محسن نبی پر درود بھیجو جو خداوند رحمٰن و منّان کی صفات کا مظہر ہے۔ کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہی ہے اور جس دل میں آپ کے احسانات کا احساس نہیں اس میں یا تو ایمان ہے ہی نہیں اور یا پھر وہ اپنے ایمان کو تباہ کرنے کے در پے ہے۔ اے اللہ اس امّی رسول اور نبی پر درود بھیج جس نے آخرین کو بھی پانی سے سیر کیا ہے جس طرح اس نے اوّلین کو سیر کیا۔ اور انہیں اپنے رنگ میں رنگین کیا اور انہیں پاک لوگوں میں داخل کر دے"

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵، ۶)

ایک یہ الہام ہے

"وَامُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّد وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ اَلصَّلٰوةُ هُوَ الْمُرَبِّى"

کہ نیک کاموں کی طرف رہنمائی کرو اور برے کاموں سے روک اور محمد اور آل محمد ﷺ پر درود بھیج۔ درود ہی تربیت کا ذریعہ ہے۔

(براہین احمدیہ ، روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۲۶۷)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کثرت سے اپنے آقا پر درود بھیجنے کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر نوازا کہ آپ کو الہاماً فرمایا:

"تجھ پر عرب کے صلحاء اور شام کے ابدال درود بھیجیں گے۔ زمین و آسمان تجھ پر درود بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش سے تیری تعریف کرتا ہے"۔

(تذکرہ صفحہ ۱۶۲ ، مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

پھر الہام ہوا ایک لمبا عربی الہام ہے، کچھ حصے کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ کہ خدا عرش پر سے تیری تعریف کر رہا ہے۔ ہم تیری تعریف کرتے اور تیرے پر درود بھیجتے ہیں۔ لوگ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر خدا اس نور کو نہیں چھوڑے گا جب تک پورا نہ کر لے اگر چہ منکر کراہت کریں۔ ہم عنقریب ان کے دلوں میں رعب ڈالیں گے۔ جب خدا کی مدد اور فتح آئے گی اور زمانہ ہماری طرف رجوع کر لے گا تو کہا جائے گا کہ کیا یہ سچ نہ تھا جیسا کہ تم نے سمجھا"۔

(تذکرہ صفحہ ۲۵۵ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

تو یہ ہیں برکات اور فیض جو آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ پس ہر احمدی کو آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے پر بہت توجہ دینی چاہیے۔ یہی وسیلہ ہے جس سے اب ہمارے ذاتی فیض بھی اور جماعتی فیض اور برکات اور ترقیات وابستہ ہیں۔ آج جمعہ کا دن بھی ہے اور جمعہ کے دن آنحضرت ﷺ نے اپنے پر درود بھیجنے کی مومنوں کو خاص طور پر تاکید فرمائی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے بہترین ایام میں سے ایک جمعہ کا دن ہے۔ اسی روز آدم پیدا کئے گئے، اسی روز انہیں وفات دی گئی، اسی دن نفخ صُور ہو گا اور اسی روز غشی ہو گی۔ پس اسی روز تم مجھ سے کثرت سے درود بھیجا کرو تمہارا درود مجھ تک ۔۔۔ پہنچایا جائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب آپ کا وجود بوسیدہ ہو چکا ہو گا یعنی کہ جسم مٹی بن گیا ہو گا اس وقت ہمارا درود آپ کو کیسے پہنچایا جائے گا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے وجودوں کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ)

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے بھی اس کا خاص تعلق ہے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا کہ جماعتی ترقیات اسی سے وابستہ ہیں۔ اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کی بڑی اچھی تشریح فرمائی ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

"جمعہ کا مضمون بہت گہرا اور وسیع ہے۔۔۔ جمعہ ایک زمانے کا نام ہے اور اس زمانے میں جمعیت کے معنے داخل ہوتے ہیں مختلف چیزوں کا آپس میں ملا دینا۔ پس جب اس پہلو سے اس حدیث کا مطالعہ کریں تو بہت وسیع مضمون ہے جو اس میں بیان ہوا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس دن نفخ صور ہو گا اور اسی روز غشی ہو گی۔ اگر قیامت کا دن مراد ہو تو وہاں جمعہ کے دن کی کیا بحث ہے وہاں تو ازل اور ابدا کھٹے ہو جاتے ہیں۔ وہاں یہ بحث ہی نہیں ہوتی کہ دن کون سا ہے۔ قیامت کا وقت تو ایک عرصے کا نام ہے۔ اور یہ جو دن ہم گنتے ہیں ان دنوں کی بحث نہیں ہے۔ اس میں طویل زمانے کا نام ہے اور اس کو جمعہ کہنا کن معنوں میں درست ہے۔ صرف ان معنوں میں کہ اس دن تمام اگلے اور پچھلے اکٹھے کر دئے جائیں گے۔۔۔ اور وہ ایک دن نہیں ہو گا کہ سورج چڑھا، دن ہوا اور سورج غروب ہوا تو دن غروب ہوا۔ بلکہ ایک زمانہ طلوع ہو گا اُور اس سارے زمانے کا نام جمعہ ہے۔

۔۔۔ دوسری بات آپ نے یہ بیان فرمائی کہ جب اس دنیا پر اس کا اطلاق کر کے دیکھیں تو ایک اور مضمون ابھرتا ہے۔ جس کا سورۃ جمعہ میں ذکر موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اسی روز نفخ صور ہو گا یعنی تمام بنی نوع انسان کو محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کی طرف بلایا جائے گا اور یہ نفخ صور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ہے اور اس کے متعلق بکثرت شواہد ملتے ہیں۔ احادیث میں بھی اور گزشتہ اولیاء کے حوالوں سے بھی کہ یہ وعدہ کہ تمام دنیا کے

ادیان پر محمد رسول اللہ ﷺ کا دین غالب آئے گا یہ مسیح موعود کے زمانے میں پورا ہونا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا دور ہے جس کے متعلق فرمایا ہے اسی روز غشی ہوگی یعنی وہ اتنا خطرناک دور ہوگا کہ پہلے لوگ مدہوش کر دئے جائیں گے، مارا مارا پھریں گے، کچھ سمجھ نہیں آئے گی کہ کیا ہو گیا ہے دنیا کو۔ پھر وہ دین اسلام کی طرف راغب کئے جائیں گے۔

اور اس کے بعد فرمایا: پس اس روز تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ پس جماعت کے لئے دیکھو کتنی بڑی خوشخبری ہے اس میں کہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں ہماری تمام برکتیں دُرود سے وابستہ ہو چکی ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں کثرت سے درود بھیجنے کے نتیجے میں ہم اُن عالمی مصیبتوں سے بچائے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے درود ہی کی برکت سے دنیا میں اسلام پھیلے گا۔ ظاہر بات ہے جب رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجو گے تو رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے والوں کی کثرت ہوگی۔ کیونکہ آسمان سے خدا اور اس کے فرشتے بھی درود بھیج رہے ہوں گے۔ جس کے اندر ایک عددی برکت بھی شامل ہوتی ہے۔ پس کثرت سے درود بھیجو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثرت سے تم پر اور خدا کے فرشتے بھی تم پر درود بھیجیں گے اور اس کے نتیجے میں عددی برکت بھی نصیب ہوگی۔ یعنی تمہاری تعداد میں بھی اضافہ ہوگا۔

پس اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ جماعت کو بہت زیادہ درود شریف پڑھنا چاہیے۔ یہاں جو اس وقت آپ بہت تھوڑے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال آپ کی بہت سی سعید روحیں ملی ہیں جنہوں نے اس زمانہ کے امام کو پہچانا اور ایمان لائے۔ پس آپ میں سے ہر ایک، پرانے احمدی بھی اور نئے شامل ہونے والے احمدی بھی اگر اپنی تعداد کو بڑھانا چاہتے ہیں، اپنے آپ کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں تو بہت درود پڑھیں۔ سمجھ کر پڑھیں، دل کی گہرائیوں سے پڑھیں تا اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ مارچ ۱۹۹۹ء)

آج انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا جلسہ بھی شروع ہو رہا ہے۔ ان تین دنوں میں بھی خاص طور پر اس طرف توجہ دیں اور بہت زیادہ درود پڑھیں تا کہ آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے کے فیض آپ کو ان تین دنوں میں بھی نظر آئیں۔ اس جلسہ میں شامل ہونے والوں کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت دعائیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام دعاؤں کو آپ سب کے حق میں قبول فرمائے اور آپ سب کو ان کا وارث کرے اور ہمیشہ اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازتا رہے۔ آمین۔

(ٹائپنگ: سلیمہ ملک)

جاگ اے شرمسار! آدھی رات

چودھری محمد علی مضطرؔ عارفی

جاگ اے شرمسار! آدھی رات ‖ اپنی بگڑی سنوار آدھی رات
یہ گھڑی پھر نہ ہاتھ آئے گی ‖ باخبر، ہوشیار! آدھی رات
وہ جو بستا ہے ذرّے ذرّے میں ‖ کبھی اس کو پکار آدھی رات
اس کے دربارِ عام میں جا بیٹھ ‖ سب لبادے اتار آدھی رات
دو گھڑی عرضِ مدّعا کر لے ‖ وقت ہے سازگار آدھی رات
بابِ رحمت کو کھٹکھٹانے دے ‖ میرے پروردگار آدھی رات
شدّتِ غم میں کچھ کمی کر دے ‖ اب تو اے غمگسار! آدھی رات
کھلتے کھلتے کھلے گا بابِ قبول ‖ عرض کر بار بار آدھی رات
اپنے داتا کے در پہ آیا ہے ‖ ایک اُمید وار آدھی رات
ہوش و صبر و قرار کا دامن ‖ ہوگیا تار تار آدھی رات
میری فریاد کا جواب تو دے ‖ بول اے کردگار! آدھی رات
بے کسوں کو تری کریمی کا ‖ آگیا اعتبار آدھی رات
اشک در اشک جھلملانے لگا ‖ میرا قرب و جوار آدھی رات
کس لئے بے قرار ہے مضطرؔ ‖ کس کا ہے انتظار آدھی رات

رمضان کی برکات سے فائدہ اٹھانے کا طریق

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

غالباً کوئی احمدی کہلانے والا شخص اس بات سے ناواقف نہیں ہو گا کہ رمضان کا مہینہ ایک نہایت ہی مبارک مہینہ ہے۔ مگر بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ اس کی برکتوں سے عملاً اور تفصیلاً کس طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ بلکہ بعض لوگ تو اس بات سے بھی واقف نہیں۔ کہ رمضان کا مہینہ کیونکر اور کس وجہ سے مبارک ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب تک انسان کو کسی چیز کی برکت کا باعث معلوم نہ ہو اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جب تک انسان کسی بابرکت چیز سے فائدہ اٹھانے کا طریق نہ جانتا ہو۔ اس کے لئے اس کی برکت خواہ وہ کتنی ہی عظیم الشان ہو۔ ایک کھیل بلکہ ایک موہوم چیز سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ کسی شاعر نے کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے کہ ؎

ابن مریم ہوُا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

''یعنی اگر کوئی شخص اپنی جگہ ابن مریم کا مرتبہ رکھتا ہے (جن کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ بیماروں کو صرف ہاتھ لگا کر اچھا کر دیتے تھے) لیکن مجھے اس شخص سے شفا حاصل نہیں ہوتی۔ اور میرا دکھ ویسے کا ویسا رہتا ہے۔ تو میرے لئے اس شخص کا ابن مریم ہونا کیا خوشی کا موجب ہو سکتا ہے۔ مجھے تو اس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی شخص میرے دُکھ کو دُور کرے۔''

ماہ رمضان کی شہادت قیامت کے دن

بعینہ اسی طرح اگر رمضان کا مہینہ مبارک ہے۔ اور وہ یقیناً مبارک ہے۔ اور بہت مبارک ہے۔ لیکن ہم اس کی برکتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ یا نہیں اٹھاتے تو اس کا مبارک ہونا ہمارے کس کام کا ہے بلکہ اس صورت میں یہی مبارک مہینہ قیامت کے دن ہمارے خلاف شہادت کے طور پر پیش ہوگا کہ خدا نے ہمارے لئے اس کا موقعہ میسر کیا۔ مگر ہم پھر بھی اس کی برکتوں سے محروم رہے۔ رمضان کا چاند آیا۔ اور برابر تیس دن تک ہر مومن مسجد کے دروازہ کو کھٹکھٹاتا پھرا۔ اور اسکے ساتھ خدا کی نعمتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ تھا۔ جسے وہ گویا محض مانگنے پر تقسیم کرنے کو تیار تھا۔ مگر بہت کم لوگوں نے اس کے لئے دروازہ کھولا اور تیس دن کے بعد وہ اپنا بستر باندھ کر پھر آسمان کی طرف اٹھ گیا۔ اور خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ تیرے بندے تیری نعمتوں کی قدر کو نہیں پہچانتے۔ میں نے تیری طرف سے تیرے ہر بندے کے سامنے تیرے انعاموں کو پیش کیا مگر سوائے چند گنتی کے لوگوں کے میں نے سب کو سوتے ہوئے پایا۔ اور وہ میرے جگانے پر بھی نہیں جاگے۔ میں نے انہیں ہوشیار کیا اور ہلایا۔ اور جھنجھوڑ کر بیدار کرنے کی کوشش کی مگر وہ بیدار نہ ہوئے۔ میں نے انہیں آوازیں دیں۔ اور بتایا کہ دیکھو میں تمہارے خدا کی طرف سے تمہارے لئے ایک تحفہ لایا ہوں مگر انہوں نے آنکھ تک نہ کھولی۔ بلکہ میری طرف سے کروٹ بدل کر پھر گہری نیند کے سمندر میں غرق ہو گئے۔ رمضان کے مہینہ کی یہ شہادت جو ہر ست اور غافل اور بے دین شخص کے خلاف قیامت کے دن پیش ہونے والی ہے۔ کس قدر ہولناک اور کس قدر ہیبت ناک اور کس قدر دل ہلا دینے والی ہے۔ مگر پھر بھی بہت ہی کم لوگ خواب غفلت سے بیدار ہوتے ہیں اور ہم میں سے اکثر کا یہی حال ہے کہ جس حالت میں ہمیں رمضان پاتا ہے۔ اسی حالت میں بلکہ اس سے بھی بدتر حالت میں ہمیں چھوڑ کر واپس چلا جاتا ہے اور ہم اپنے مہربان آقا و مالک سے ویسے کے ویسے ہی دُور رہتے ہیں۔

یہ وہ جذبات ہیں جو اس رمضان کے مہینہ میں میرے دل میں پیدا

ہوئے۔ بلکہ پیدا ہو رہے ہیں اور میں نے مناسب خیال کیا کہ ایک نہایت مختصر مضمون کے ذریعہ سب سے پہلے اپنے آپ کو اور اس کے بعد اپنے عزیزوں اور دوستوں کو بتاؤں کہ رمضان کی برکتیں کیا ہیں اور ان سے کس طرح اور کس رنگ میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

رمضان کی سب سے بڑی خصوصیت

سو جاننا چاہیئے کہ رمضان کی سب سے بڑی خصوصیت جس کی وجہ سے اسے خدا کی نظر میں خاص برکت حاصل ہے یہ ہے کہ وہ اسلام کی پیدائش کا مہینہ ہے۔ کیونکہ جیسا کہ قرآن شریف نے بتایا ہے اور حدیث اور تاریخ سے تفصیلاً ثابت ہے۔ قرآن شریف کے نزول کی ابتداء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے پہلی وحی جس سے اسلام کی بنیاد قائم ہوئی' رمضان ہی کے مبارک مہینہ میں ہوئی تھی۔ پس یہ مہینہ گویا اسلام کی سالگرہ کا مہینہ ہے۔ یعنی وہ مہینہ جس میں خدا کی آخری اور کامل و مکمل شریعت جس نے خدا کے بھٹکے ہوئے بندوں کو خدا کے قریب تر لانا تھا اور جس کے ذریعہ دنیا میں روحانیت کے دروازے زیادہ سے زیادہ فراخ صورت میں کھلنے والے تھے نازل ہونی شروع ہوئی۔ دنیا میں مختلف قوموں نے اپنے لئے خاص خاص دن مقرر کر رکھے ہیں جو گویا ان کی قومی تاریخ میں خاص یادگار سمجھے جاتے ہیں اور ان دنوں کو خاص خوشی اور خاص شان کے ساتھ منایا جاتا ہے تا کہ اس ذریعہ سے لوگوں میں قومی زندگی کی روح کو تازہ رکھا جا سکے مگر غور کیا جائے کہ ان دنوں کی خوشی اس عظیم الشان دن کی خوشی کے مقابلہ پر کیا حقیقت رکھتی ہے۔ جبکہ خدائے زمین و آسمان نے اپنی آخری شریعت کو دنیا پر نازل فرمایا۔ جس کے اختتام پر یہ الٰہی بشارت جلوہ افروز ہونے والی تھی کہ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

(المائدہ:4)

سچ پوچھو تو دنیا میں اگر کوئی دن منانے کے قابل تھا تو وہ یہی تھا کہ جب خدا کی اس آخری اور کامل و اکمل شریعت کے نزول کا آغاز ہوا۔ اور انسان کے پیدا کئے جانے کی غرض جہاں تک کہ خدا کے فعل کا تعلق تھا پوری ہوگئی۔ پس رمضان کی سب سے پہلی سب سے بڑی اور سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ اسلام کی پیدائش کا دن ہے۔ ہاں وہی اسلام جو ہماری انفرادی اور قومی زندگی کی روحِ رواں اور ہمیں اپنے خالق و مالک کے ساتھ باندھنے کی آخری زنجیر ہے۔

خُدا اپنے بندوں کے بالکل قریب ہے

اس کے بعد دوسری خصوصیت رمضان کو یہ حاصل ہے۔ اور یہ خصوصیت گویا پہلی خصوصیت کا ہی نتیجہ اور تتمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ میں اس مبارک مہینہ میں اپنے بندوں کے بالکل قریب ہو جایا کروں گا۔ اور ان کی دعاؤں کو خصوصیت سے سنوں گا یہ وعدہ قرآن شریف میں نہایت واضح الفاظ میں موجود ہے۔ اور حدیث میں بھی اس کا نہایت نمایاں طور پر ذکر آتا ہے۔ اور یہ وعدہ ایسا ہی ہے جیسے کہ بڑے بڑے بادشاہ اپنے سلطنتوں کے خاص یادگار والے ایام میں جبکہ وہ کوئی خاص جشن مناتے ہیں اپنی رعایا میں غیر معمولی طور پر انعام و اکرام تقسیم کیا کرتے ہیں۔ پس خُدا نے بھی جو ارحم الرّاحمین ہے اس بات کو پسند فرمایا کہ وہ اپنے پیارے مذہب کی سالگرہ کے موقعہ پر اپنے خزانوں کا منہ کھول کر اپنے انعاموں کے حلقہ کو زیادہ سے زیادہ وسیع کردے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

''یعنی اے رسول جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں کہ رمضان میں میری صفات کا کس طرح ظہور ہوتا ہے تو تو ان سے کہدے کہ میں رمضان میں اپنے بندوں کے قریب تر ہو جاتا ہوں اور میں پکارنے والے کی پکار کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ پکارنے والا میرے احکام کو مانے اور مجھ پر ایمان لائے۔''

قریب ہونے سے مراد

اس جگہ قریب ہونے سے یہ مراد نہیں کہ گویا خدا کی ذات لوگوں کے قریب ہو جاتی ہے کیونکہ خدا کوئی مادّی چیز نہیں ہے کہ اس کی ذات قریب ہو سکے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ خدا کی صفت رحم خاص طور پر جوش میں آکر بندوں کے قریب تر ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اسلام یہ بھی تعلیم دیتا ہے کہ رمضان کے آخری

عشرہ کی راتوں میں ایک رات ایسی آیا کرتی ہے کہ اس کی ایک گھڑی میں خدائی رحمت اور صفت قبولیت دعا کا غیر معمولی جوش کے ساتھ اظہار ہوتا ہے۔ اس رات کو اسلامی اصطلاح میں لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ اور وہ عموماً طاق راتوں میں سے کوئی رات ہوتی ہے۔ اور اس کا معین وقت اس لئے پردہ میں رکھا گیا ہے تا کہ لوگ اس کی جستجو میں زیادہ سے زیادہ عبادت کر سکیں۔ اب غور کرو کہ جس ذات والا صفات کی صفت رحمت پہلے سے ہی اس کی ہر دوسری صفت پر غالب ہے۔ وہ اپنی رحمت کے خاص لحات میں کس قدر رحیم و کریم ہوگا۔ پس یہ دوسری خصوصیت ہے جو رمضان کو حاصل ہے کہ اس میں خدا کی صفت رحمت کا خاص طور پر ظہور ہوتا ہے اور مومنوں کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔

خاص عبادتیں

ان دو برکتوں کے علاوہ رمضان کو ایک تیسری برکت یہ بھی حاصل ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ نے بعض خاص عبادتیں مقرر فرما دی ہیں۔ مثلاً روزہ، تراویح اور اعتکاف وغیرہ جن کی وجہ سے یہ مہینہ گویا ایک خاص عبادت کا مہینہ بن گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو زمانہ خاص عبادت میں گزرے گا۔ وہ لازماً خدا کی طرف سے خاص برکات کا جاذب اور خاص برکات کا حامل بن جائے گا۔

رحمت اور برکت کا لطیف چکر

رمضان کی یہ صفت گویا ایک گونہ دَوری رنگ رکھتی ہے یعنی رمضان کی خاص برکات کی وجہ سے اس میں خاص عبادتیں مقرر کی گئیں۔ اور پھر ان خاص عبادتوں کی وجہ سے رمضان نے مزید خاص برکتیں حاصل کیں۔ گویا رحمت و برکت کا ایک لطیف چکر قائم ہو گیا۔ الغرض یہ وہ خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے رمضان کا مہینہ خاص طور پر مبارک مہینہ قرار دیا گیا ہے اور اسلامی حکم ہے کہ وہ اس مہینہ کی برکتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں تا کہ رحمت و برکت کا یہ لطیف چکر زیادہ سے زیادہ وسیع ہوتا چلا جائے۔

برکات رمضان سے فائدہ اٹھانے کا طریق

اب سوال ہوتا ہے کہ رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کا طریق کیا ہے۔ سو یہ کوئی مشکل سوال نہیں۔ اور اسلام نے اسے نہایت سہل طریق پر چند سادہ ہدایات دے کر حل کر دیا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اکثر لوگ صرف منہ کی خواہش سے تمام مراحل طے کرنا چاہتے ہیں۔ اور دین کی راہ میں کسی چھوٹی سے چھوٹی قربانی کیلئے بھی تیار نہیں ہوتے بہر حال اسلام نے رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کا جو طریق بتایا ہے۔ اسے ہم ذیل کے چند مختصر فقروں میں ہدیہء قارئین کرتے ہیں۔

بغیر شرعی عُذر کے روزہ نہ ترک کیا جائے

اوّل۔ رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے سب سے ابتدائی اور سب سے ضروری شرط یہ ہے کہ انسان خدا کے حکم کے مطابق رمضان کے روزے رکھے۔ اور بغیر کسی شرعی عذر کے کوئی روزہ ترک نہ کرے۔ روزہ رمضان کی برکات کے لئے گویا بطور ایک کلید کے ہے۔ اور جو شخص باوجود روزہ واجب ہونے کے بغیر کسی شرعی عذر کے روزہ ترک کرتا ہے۔ وہ ہرگز اس بات کا حق نہیں رکھتا کہ رمضان کی برکتوں سے کوئی حصہ پائے۔ ہاں جو شخص کسی جائز شرعی عذر کی وجہ سے روزہ ترک کرتا ہے۔ مثلاً وہ واقعی بیمار ہے یا سفر میں ہے وغیرہ ذالک اور محض حیلہ جوئی کے رنگ میں روزہ ترک کرنے کا طریق اختیار نہیں کرتا۔ تو ایسا شخص شریعت کی نظر میں معذور ہے۔ اور اس صورت میں وہ اگر رمضان کی دوسری شرائط کو پورا کر دیتا ہے تو وہ روزہ کے بغیر بھی رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ روزہ نفس کی اصلاح اور روحانی ترقی کے لئے عجیب و غریب اثر رکھتا ہے۔ اور یقیناً وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو محض حیلہ جوئی کے رنگ میں روزہ جیسی نعمت سے اپنے آپ کو محروم کر لیتا ہے۔ مگر جیسا کہ ہر عمل کے ساتھ اچھی نیت کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ جس کے بغیر کوئی روزہ خدا کی نظر میں مقبول نہیں ہو سکتا۔ پس روزہ ایسا ہونا چاہیئے کہ اس میں عادت یا دکھاوے کا قطعاً دخل نہ ہو بلکہ خالصۃً خدا کی رضا جوئی کے لئے رکھا جائے۔ اور وہ اس دعا کی عملی تفسیر ہو جو روزہ کھولنے کے وقت کی جاتی ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔

"یعنی اے میرے آقا میں نے یہ روزہ صرف تیری رضا کی خاطر رکھا تھا۔ اور اب تیرے ہی دئے ہوئے رزق پر اس روزہ کو کھول رہا ہوں۔"

علاوہ ازیں حدیث میں آتا ہے کہ ہر عمل کی ایک روح ہوتی ہے

اور روزہ کی روح یہ ہے کہ جس طرح انسان روزہ میں خدا کی خاطر کھانے پینے اور بیوی کے ساتھ ملنے سے پرہیز کرتا ہے۔ اور اس طرح گویا اپنی ذاتی اور نسلی زندگی ہر دو کو خدا کے لئے قربان کر دیتا ہے۔ اسی طرح وہ صرف روزہ کی ظاہری شکل وصورت میں ہی نہ الجھا رہے۔ بلکہ رمضان کے مہینہ میں اپنے اعمال کو کلیۃً خدا کی رضا کے ماتحت لگا دے ایسا روزہ یقیناً رمضان کی برکات کے حصول کے لئے ایک زبردست ذریعہ ہے جس سے گویا انسان کے لئے خدائی خزانوں کے منہ کھل جاتے ہیں۔

تہجد اور نوافل کی طرف زیادہ توجہ دی جائے

دوم۔ دوسری شرط رمضان کی برکات سے فائدہ اٹھانے کی یہ ہے کہ انسان رمضان میں نوافل نماز کی طرف زیادہ توجہ دے یعنی علاوہ اس کے کہ پنجگانہ نماز کو پوری پوری شرائط کے ساتھ ادا کرے۔ نوافل کی طرف بھی خاص توجہ دے۔ اور خصوصاً نماز تہجد کا بڑی سختی کے ساتھ التزام کرے دراصل نماز تہجد ایک بہت ہی بابرکت نماز ہے۔ جو روحانی ترقیات کے لئے گویا اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ اور اسی لئے رمضان میں اس کا خاص حکم دیا گیا ہے۔ اصل تہجد کی نماز تو یہ ہے کہ انسان رات کے پچھلے حصہ میں اٹھ کر نماز ادا کرے۔ مگر رمضان کے مہینہ میں اس انعام کو وسیع کرنے کے لئے کمزور لوگوں کے واسطے یہ سہولت کر دی گئی ہے کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد بھی تراویح کی صورت میں نماز ادا کر سکتے ہیں۔ مگر یہ ایک ادنےٰ مرتبہ ہے اور رمضان کی اصل تراویح یہی ہے کہ رات کے پچھلے حصہ میں اٹھ کر نماز تہجد ادا کی جائے۔

قرآن شریف میں تہجد کی اتنی تعریف آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تہجد کی نماز کو پوری شرائط اور پورے خلوص کے ساتھ ادا کرنے سے انسان خدا کی نظر میں مقام محمود تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر انسان کے لئے علیحدہ علیحدہ مقام محمود مقرر ہے جو گویا اس کی روحانی ترقی کا انتہائی نقطہ ہے جس تک پہنچ کر وہ خدا کی نظر میں اس تعریف کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اب میرے اس بندے نے اپنی فطری استعداد کے مطابق اپنی روحانی ترقی کے انتہائی نقطہ کو پالیا۔ اور تہجد کی نماز انسان کے مقام محمود تک پہنچانے میں حد درجہ مؤثر ہے۔

رمضان، عید مبارک

تلاوت قرآن کریم زیادہ کی جائے

سوم۔ تیسری شرط رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کی یہ ہے کہ انسان رمضان کے مہینہ میں قرآن شریف کی تلاوت پر خاص زور دے۔ میں اپنے ذوق کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ انسان کو رمضان کے مہینہ میں کم از کم دو دفعہ قرآن شریف کا دَور ختم کرنا چاہیئے دو دفعہ میں حکمت یہ ہے کہ جب انسان ایک دفعہ قرآن شریف ختم کر کے پھر اسے دوسری مرتبہ شروع کرتا ہے۔ تو وہ گویا زبان حال سے اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ قرآن شریف کے متعلق میرا طریق یہ نہیں ہوگا کہ میں اسے ایک دفعہ پڑھ لوں۔ اور پھر بھول جاؤں یا بند کر کے رکھ دوں بلکہ میں اسے بار بار تکرار کے ساتھ پڑھتا رہوں گا۔ اور اس کے حکموں کو ہر وقت اپنی نظروں کے سامنے رکھوں گا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ابتداء میں حضرت جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہر رمضان میں قرآن شریف کا ایک دَور ختم کیا کرتے تھے لیکن جب قرآن شریف کا نزول مکمل ہو چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری رمضان میں حضرت جبرائیل نے آپ کے ساتھ قرآن شریف کا دو دفعہ دَور کیا۔ پس چونکہ ہمارے سامنے بھی قرآن شریف مکمل صورت میں ہے اس لئے اگر انسان کو توفیق ملے تو رمضان میں قرآن شریف کے دو دَور پورے کرنے چاہئیں۔ اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے میں نے اندازہ کیا ہے کہ اگر انسان اوسطاً پچاس منٹ روزانہ دے تو وہ آسانی کے ساتھ قرآن شریف کے دو دَور ختم کر سکتا ہے۔

تلاوت قرآن کے متعلق ضروری امور

علاوہ ازیں قرآن شریف کی تلاوت کے متعلق ہر احمدی کو ذیل کی چار باتیں ضروری ملحوظ رکھنی چاہئیں۔

الف۔ جہاں کہیں قرآن شریف میں کوئی حکم امر کی صورت میں آئے۔ یعنی کسی بات کا مثبت صورت میں حکم دیا جائے کہ ایسا کرو تو انسان کو اس جگہ رک کر اپنے دل میں یہ غور کرنا چاہیئے کہ کیا میں اس خدائی حکم پر عمل کرتا ہوں اگر وہ عمل

نہیں کرتا یا کمزوری دکھاتا ہے تو اپنے دل میں عہد کرے کہ میں آئندہ اس حکم پر عمل کروں گا۔

ب۔ جہاں کہیں کوئی حکم 'نہی' کی صورت میں آئے یعنی کسی بات کے متعلق منفی صورت میں حکم دیا جائے کہ یہ کام نہ کرو تو اس وقت پڑھنے والا تھوڑی دیر رُک کر اپنے دل میں سوچ کہ کیا میں اس 'نہی' سے رکتا ہوں اگر نہیں رکتا یا کمزوری دکھاتا ہے تو آئندہ اصلاح کا عہد کرے۔

ج۔ جہاں کہیں قرآن شریف میں خدا کی کسی رحمت یا انعام کا ذکر آئے۔تو اس وقت پڑھنے والا اپنے دل میں یہ دعا کرے کہ خدایا یہ رحمت اور یہ انعام مجھے بھی عطا فرما اور مجھے اس سعادت سے محروم نہ رکھ۔

د۔ جہاں کہیں قرآن شریف میں کسی عذاب یا سزا کا ذکر ہو تو انسان اس جگہ خدا سے استغفار کرے اور یہ دعا کرے کہ خدایا مجھے اس عذاب اور سزا سے بچائیو۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر انسان چار باتوں کو مدِّنظر رکھ کر قرآن شریف کی تلاوت کرے گا اور اس کی نیت اچھی ہوگی تو وہ اس تلاوت سے خاص بلکہ اخص فائدہ اٹھائے گا۔افسوس ہے کہ اکثر لوگ قرآن شریف کے نکات اور رموز کے درپے تو رہتے ہیں مگر اس کے عملی پہلو کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں۔حالانکہ قرآن شریف کا عملی پہلو اس کے نکات اور رموز کی نسبت بہت زیادہ قابلِ توجہ ہے۔بے شک علمی لوگوں اور مجادلات میں حصہ لینے والوں کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآن شریف کے حکمت و فلسفہ اور اس کے علمی خزانوں کی طرف بھی توجہ دیں مگر وہ بات جس کی ہر متنفس کو ضرورت ہے جس کے بغیر انسان کی روحانی زندگی قائم ہی نہیں رہ سکتی۔وہ قرآن شریف کا عملی پہلو ہے اور یہ عملی پہلو صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ جب قرآن شریف کو مندرجہ بالا چار شرائط کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔

زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کیا جائے

چہارم۔ چوتھی بات جو رمضان کی برکات سے فائدہ اٹھانے میں از بس مفید و مؤثر ہے یہ ہے کہ رمضان میں زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کیا جائے۔صدقہ وخیرات انسان کی جسمانی اَور روحانی تکالیف کو دُور کرنے اور خدا کے فضل کو جذب کرنے میں گویا اکسیر کا حکم رکھتا ہے کہ ایک شخص خدا کے کسی مصیبت زدہ بندے کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے کوئی قدم اٹھاتا ہے تو خدا اپنے ازلی فیصلہ کے مطابق اس کے اس فعل کو گویا خود اپنے اوپر ایک احسان خیال کرتا ہے اور اس پر فوراً خدائی قدرت نمائی کہ وسیع مشینری اس بندے کی تائید میں حرکت کرنے لگتی ہے۔حدیث میں آتا ہے **الصدقة تطفی غضب الرب** یعنی صدقہ خدا کے غضب کو دُور کرتا ہے تو پھر اس صدقہ کا کیا کہنا ہے جو رمضان جیسے مبارک مہینوں میں خالص خدا کی رضا کیلئے کیا جائے۔آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ رمضان میں اتنا صدقہ کرتے تھے کہ صحابہؓ نے آپؐ کے اس صدقہ کو ایک ایسی تیز ہوا سے تشبیہہ دی ہے جو کسی روک کو خیال میں نہیں لاتی۔جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ رمضان میں اس طرح صدقہ کرتے تھے کہ اس صدقہ میں اپنی حاجت اور ہمت کو بھی بھول جاتے تھے۔اور صدقہ میں آپ کا ہاتھ اس طرح چلتا تھا جس طرح ایک تیز آندھی تمام قیود و بند سے آزاد ہو کر چلتی ہے واقعی رمضان میں صدقہ وخیرات خدا کی نظر میں بہت بڑا مرتبہ رکھتا ہے اور اس سے رمضان کی برکت کو چار چاند لگ جاتے ہیں مگر صدقہ میں یہ بات ضرور مدِّنظر رکھنی چاہیئے کہ جو لوگ واقعی حاجت مند ہیں انہیں تلاش کر کر کے مدد پہنچائی جائے۔مثلاً کوئی یتیم ہے اور وہ خرچ سے لاچار ہے کوئی بیوہ ہے اور وہ تنگ دست ہے کوئی غریب ہے اور وہ گزارہ کی صورت نہیں رکھتا۔کوئی بیمار ہے اور اسے علاج کی طاقت حاصل نہیں۔کوئی مسافر ہے اور زادِ راہ سے محروم ہے کوئی مقروض ہے اور قرض ادا کرنے سے قاصر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ان لوگوں کو تلاش کر کر کے صدقہ پہنچایا جائے۔اور ایسے رنگ میں پہنچایا جائے کہ اس میں کوئی صورت **من واذی** کی نہ پیدا ہو بلکہ اگر خدا کسی کو توفیق دے تو صدقہ کا بہتر مقام یہ ہے کہ صدقہ دینے والا صدقہ قبول کرنے والے کا احسان خیال کرے کہ اس کے ذریعہ مجھے خدا کے رستہ میں نیکی کی توفیق مل رہی ہے۔

پھر صدقہ خیرات کے حلقہ میں جانوروں تک کو شامل کرنا چاہیئے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے ہر زندہ جگر رکھنے والی چیز پر رحم کرنے میں

خدا کی طرف سے اجر ملتا ہے خواہ وہ انسان ہو یا حیوان۔ یہ سوال کہ صدقہ کتنا ہو اس کے متعلق شریعت نے کوئی حد بندی نہیں مقرر کی مگر آنحضرت ﷺ کی پیروی کا عشق رکھنے والوں کے لئے آپ کا یہ نمونہ کافی ہے کہ صدقہ میں انسان کا ہاتھ ایک تیز آندھی کی طرح چلنا چاہیئے لیکن میں اپنے ذوق کے مطابق عام لوگوں کے لئے یہ خیال کرتا ہوں کہ اگر رمضان میں اپنی آمدنی کا دسواں حصہ صدقہ دے دیا جائے تو مناسب ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کی ماہوار آمدنی ایک سو روپیہ ہے تو اس کے لئے مناسب ہے کہ رمضان میں دس روپے صدقہ کر دے۔ خدا کے راستہ میں قربانی کرنے والے لوگوں کے لئے یہ رقم یقیناً زیادہ نہیں ہے اور پھر یہ تو ایک کھیتی ہے جتنا زیادہ بوؤ گے اسی نسبت سے زیادہ اُگے گا اور اسی نسبت سے زیادہ کاٹو گے۔ ہر انسان کے اردگرد کے بے شمار غریب اور مسکین اور یتیم اور مصیبت زدہ اور بیمار وغیرہ بستے ہیں۔ رمضان میں ان کی تکلیف کو دُور کرنا خدا کی رحمت کو ایسی مضبوط زنجیر کے ساتھ کھینچنے کا حکم رکھتا ہے۔ جس کے ٹوٹنے کا خدا کے فضل سے کوئی اندیشہ نہیں۔

اعتکاف

پنجم۔ رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کا ایک طریق اعتکاف بھی ہے جس کا قرآن شریف میں مجملاً اور احادیث میں تفصیلاً ذکر آتا ہے۔ مسنون اعتکاف یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں کسی مسجد میں ڈیرہ لگا دیا جائے اور سوائے حوائج انسانی پیشاب پاخانہ وغیرہ کی ضروریات کے مسجد سے باہر نہ نکلا جائے اور یہ دس دن خصوصیت کے ساتھ نماز اور قرآن خوانی اور ذکر اور دعا وغیرہ میں گزارے جائیں۔ گویا انسان ان ایام میں دنیا سے کٹ کر خدا کے لئے کلیۃً وقف ہو جائے۔ اعتکاف فرض نہیں ہے بلکہ ہر انسان کے حالات اور توفیق پر موقوف ہے مگر اس میں شبہ نہیں کہ جس شخص کے حالات اجازت دیں اور اسے اعتکاف کی توفیق میسر آئے اس کے لئے یہ طریق قلب کی صفائی اور روحانی ترقی کے واسطے مفید ہے لیکن جس شخص کو اعتکاف کی توفیق نہ ہو یا اس کے حالات اس کی اجازت نہ دیں تو اس کے لئے یہ طریق بھی کسی حد تک اعتکاف کا قائم مقام ہو سکتا ہے کہ وہ رمضان کے مہینہ میں اپنے اوقات کا زیادہ سے زیادہ حصہ مسجد میں گزارے اور یہ وقت نماز اور قرآن خوانی اور ذکر اور دعا وغیرہ میں صرف کرے۔ بے شک اعتکاف کے بدلہ میں یہ کوئی مسنون طریق نہیں ہے لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ نے ایسے شخص کی تعریف فرمائی ہے جس کا دل مسجد میں آویزاں رہتا ہے اس لئے یہ طریق بھی اگر حسن نیت سے کیا جائے تو فائدہ سے خالی نہیں ہو سکتا۔

نفس کا محاسبہ کیا جائے

ششم۔ چھٹی بات یہ ہے کہ انسان رمضان میں اپنی زندگی کو خصوصیت کے ساتھ رضائے الٰہی کے ماتحت چلائے۔ اور اپنے نفس کا بار بار محاسبہ لیتا رہے کہ کیا میرے اوقات خدا کے منشا کے ماتحت گزر رہے ہیں یا نہیں۔ ایسا محاسبہ ہر وقت ہی مفید ہوتا ہے اور کوئی سچا مومن محاسبہ سے غافل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ محاسبہ انسان کو غفلت سے محفوظ رکھتا اور آئندہ کے لئے ہوشیار کرنے کا باعث ہوتا ہے مگر رمضان کے مہینہ میں یہ محاسبہ زیادہ کثرت اور زیادہ التزام کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ مثلاً اگر ہر شخص رمضان میں یہ التزام کرے کہ ہر نماز کے وقت اپنے دل میں یہ محاسبہ کیا کرے کہ کیا میں نے اس سے پہلی نماز کے بعد سے لے کر اس نماز تک اپنا وقت خدا کی رضا میں گزارا ہے اور کیا میں نے اس عرصہ میں کوئی بات منشاء الٰہی کے خلاف تو نہیں کی تو یقیناً ایسا محاسبہ نفس کی اصلاح کے لئے بہت مفید ہو سکتا ہے۔ اور اس طرح گویا ایک رنگ میں انسان کی زندگی کا ہر لمحہ ہی عبادت بن جاتا ہے اسی طرح بستر میں لیٹ کر سوتے وقت مسنون دعائیں کرنے سے انسان اپنے سونے کے اوقات کو بھی عبادت کا رنگ دے سکتا ہے اور انہیں اپنے لئے مبارک بنا سکتا ہے۔

دُعا

ہفتم۔ سب سے آخر میں رمضان کی برکتوں سے حصہ پانے کا طریق دعا ہے رمضان کے ایام کا ماحول دعا کے لئے یقیناً ایک بہترین ماحول ہے۔ یہ مہینہ اسلام میں خاص عبادت کا مہینہ ہے۔ گویا ساری مسلم دنیا اس مہینہ کو عملاً عبادت میں گزارتی ہے۔ اور مومنوں کی طرف سے اس مہینہ میں نماز اور روزہ اور تلاوت قرآن اور صدقہ وخیرات اور ذکر وغیرہ کے پاکیزہ اعمال اس کثرت

اورتنوع کے ساتھ آسمان کی طرف چڑھتے ہیں کہ اگر وہ نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ کئے گئے ہوں۔ تو یقیناً خدا کی خاص الخاص رحمت اور خاص الخاص فضل کو کھینچنے کا موجب ہوتے ہیں۔ پھر اگر ایسے موقعہ پر دعا زیادہ قبول نہ ہو تو کب ہو۔ علاوہ ازیں رمضان کے متعلق خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں مخصوص وعدہ بھی ہے کہ میں اس مہینہ میں اپنے بندوں کے بالکل قریب ہو جاتا ہوں۔ اور ان کی دعاؤں کو خاص طور پر سنتا ہوں۔ پس لاریب یہ مہینہ خاص دعاؤں کا مہینہ ہے۔ اور جو شخص اس مبارک مہینہ میں اپنے آپ کو دعاؤں سے محروم رکھتا ہے۔ وہ یقیناً ایک بہت ہی شقی اور بدبخت انسان ہے۔ جو گویا ایک شیریں چشمہ کے منہ پر پہنچ کر پھر پیاسا لوٹ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں رمضان میں لیلۃ القدر کا واقع ہونا گویا سونے پر سہاگہ ہے۔ جس کی طرف سے کوئی سچا مومن غافل نہیں ہوسکتا۔ مگر دعا ان شرائط کے مطابق ہونی چاہیئے۔ جو خدا تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر کر رکھی ہیں۔ اور رمضان کی دعاؤں کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے قبولیت کی شرائط کو ایک بہت ہی معین صورت دے دی ہے۔ فرماتا ہے ہم رمضان کے مہینہ میں اپنے بندوں کی دعاؤں کو ضرور قبول کریں گے۔ مگر یہ شرط ہے کہ وہ میری بات مانیں۔ یعنی رمضان کے متعلق جو حکم میں نے دیا ہے۔ اسے قبول کریں۔ اور مجھ پر سچا ایمان لائیں۔ وہ ایمان جو محبت اور اخلاص پر مبنی ہو۔ اور اس میں کسی قسم کے نفاق اور شرک کی ملونی نہ پائی جائے ان شرطوں پر کاربند ہو کر وہ قبولیت کا رستہ ضرور پالیں گے۔ اب دیکھو کہ یہ ایک کیسا آسان سودا ہے۔ جو خدا نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ خدا کس صورت اور کس رنگ میں دعا قبول فرماتا ہے۔ سو یہ خدا کی سنت وحکمت پر موقوف ہے۔ جس میں انسان کو دخل نہیں دینا چاہیئے وہ جس رنگ اور جس صورت میں مناسب خیال کرے گا۔ ہماری دعاؤں کو قبول کرے گا۔ لیکن اگر ہم اس کی شرطوں کو پورا کر دیتے ہیں تو وہ قبول ضرور کرے گا اور ممکن نہیں کہ اس کا وعدہ غلط نکلے۔

دعا کس طرح کی جائے

دعاؤں کے متعلق یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ ہر دعا سے پہلے خدا کی حمد کرنا اور آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنا اور اسلام اور احمدیت کی ترقی کیلئے دعا مانگنا نہایت ضروری ہے۔ اور جو شخص ان دعاؤں کو ترک کرتا ہے وہ یقیناً خدا کا مخلص بندہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ البتہ ان دعاؤں کے بعد اپنے عزیزوں اور دوستوں کے لئے بھی دعائیں کی جائیں اور دعاؤں میں درد اور گداز پیدا کیا جائے۔ ایسا گداز جس سے دل پگھلنے لگے اسی طرح جس طرح ایک لوہے کا ٹکڑا بھٹی میں پگھلتا ہے تا کہ دعا ایک رسمی اور مردہ چیز نہ رہے۔ بلکہ حقیقی اور زندہ چیز بن جائے۔ ایسی دعا موقوف ہے الٰہی توفیق پر اور پھر دعا کرنے والے کے حالات اور احساسات پر۔

ماہ صیام کی خدا کے حضور شہادت

یہ وہ چند باتیں ہیں جنہیں اختیار کر کے انسان رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور یقیناً جو شخص ان باتوں کو خدا کی رضاء کے لئے اختیار کرے گا اس کا رمضان اس کی کایا پلٹ دینے کے لئے کافی ہے۔ ایسے شخص کے متعلق رمضان کا چاند خدا کے حضور یہ شہادت دے گا کہ خدایا میں نے تیرے اس بندے کو جس حالت میں پایا اس سے بہت بہتر حالت میں اسے چھوڑا۔

دُعا

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اے ہمارے آسمانی آقا! ہم تیرے بہت ہی کمزور اور نالائق بندے ہیں۔ ہم تیری طرف سے انعام پر انعام دیکھتے ہیں اور کمزوری پر کمزوری دکھاتے ہیں۔ تو ہمیں اوپر اٹھاتا ہے اور ہم نیچے کی طرف جھکتے ہیں تو احسان کرتا ہے اور ہم ناشکری میں وقت گزارتے ہیں مگر پھر بھی ہم بہر حال تیرے ہی بندے ہیں۔ پس اگر تو یہ جانتا ہے کہ ہم باوجود اپنے لاتعداد گناہوں اور کمزوریوں کے تیری حکومت کے باغی نہیں اور تیری اور تیرے رسول اور تیرے مسیح موعودؑ کی محبت کو خواہ وہ کتنی ہی کمزور ہے اپنے دلوں میں جگہ دیئے ہوئے ہیں۔ تو تو اس رمضان کو اور اس کے بعد آنے والے رمضانوں کو ہمارے لئے اور ہمارے عزیزوں اور دوستوں کے لئے اور ہماری ان نسلوں کیلئے جو آگے آنے والی ہیں مبارک کر دے۔ اور ہمیں اپنا وفادار بندہ بنا۔ اور ہمیں اسلام احمدیت کی ایسی خدمت کی توفیق عطا کر جو تجھے خوش کرنے والی ہو۔ اور ہمارے انجام کو بخیر کر۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

(الفضل اکتوبر 1941 بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 18 نومبر 2002)

رمضان، عید مبارک

رمضان کے روزے

حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب

قدرت نے انسان کی اصلاح کے لئے جو راہیں تجویز کی ہیں ان میں روزہ کو خاص اہمیت حاصل ہے دنیاوی لحاظ سے جہاں روزہ شجاعت اور ایثار جیسی اعلیٰ صفات کا موجب بنتا ہے وہاں روحانی لحاظ سے خود اللہ تعالیٰ اس کی جزا بنتے ہیں یعنی لقاء الٰہی اور روحانی مشاہدات کی نعمت سے انسان کو نوازا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ الٰہی منشاء کے ماتحت چھ ماہ کے روزے متواتر رکھے اس کے نتیجہ میں جو روحانی فیوض آپ پر نازل ہوئے ان کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

اس اثناء میں عجیب عجیب مکاشفات مجھ پر کھلے۔ بعض گزشتہ انبیاء سے ملاقاتیں ہوئیں ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معہ حسنین وعلی رضی اللہ عنہما و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا۔ یہ خواب نہ تھی بلکہ بیداری کی ایک قسم تھی۔ علاوہ ازیں انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش و دلستان طور پر نظر آئے تھے جن کا بیان کرنا طاقت تحریر سے باہر ہے وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے تھے جن میں سے بعض چمکدار اور بعض سبز و سرخ تھے ان کو دل سے ایسا تعلق تھا کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا۔ اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذّت نہیں ہوتی جیسا کہ اس کو دیکھ کر دل اور ارواح کو لذّت آتی تھی۔ میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور روزہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے یعنی وہ ایک نور تھا جو دل سے نکلا اور دوسرا وہ نور تھا جو اوپر سے نازل ہوا اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہوگئی۔

غرض روزہ ایک ابدی اور فطری صداقت ہے جس میں بے شمار کمالات پوشیدہ ہیں اس لئے ہر آسمانی مذہب نے کسی نہ کسی شکل میں روزہ کو اپنے روحانی احکام کا جزو بنایا ہے اور اسلام کی تاریخ کا تو نقطہ آغاز ہی روزہ ہے۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان کے مہینہ میں غار حرا میں روزہ کے ساتھ اعتکاف کرتے تھے یہاں تک کہ ایک سال آپ اپنے دستور کے مطابق اعتکاف میں تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور پہلی وحی آپ پر نازل ہوئی۔

گویا ایک عظیم الشان کلام اور دائمی مذہب کی بنیاد جس عبادت پر رکھی گئی وہ روزہ تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ روزہ ایک ایسا بابرکت سورج ہے جس کی شعاعیں انسانیت کی تکمیل کا باعث ہیں اور اس کی فرحت بخش حرارت حق کی تلاش کے بیج کو نمو عطا کرتی ہے اور ان شعاعوں کی روشنی میں ہی وہ بڑھتی پھلتی اور پھولتی ہے کٹھن راہیں آسان سے آسان تر نظر آنے لگتی ہیں شہوات کے طوفان تھم جاتے ہیں ظلمات کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور منزلِ مقصود وہاں تخلیق انسانیت کا مقصد اکمل بالکل صاف سامنے نظر آنے لگتا ہے۔

رمضان کے روزے کب فرض ہوئے

روزہ اسلام کے پانچ ارکان میں شامل ہے خداوند تعالیٰ نے ان روزوں کے لئے وہی مہینہ انتخاب کیا جس میں آپ ہر سال اعتکاف کرتے تھے۔ 2 ہجری میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○

(البقرة:184)

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ج فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط

(البقرة: 186)

یعنی اے وہ جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلوں پر فرض تھے یہ اس لئے ہوا کہ تا تم تقویٰ کی نعمت سے سرفراز کئے جاؤ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہونا شروع ہوا یہ قرآن لوگوں کے لئے ہدایت اور فرقان اور ہدایت کی بیّنات پر مشتمل ہے پس جو شخص تم میں سے اس مہینہ میں موجود ہو وہ اس میں روزے رکھے۔

روزے کی وجہ تسمیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں رمضان میں چونکہ انسان اکل وشرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ روحانی رمضان سے مراد روحانی ذوق وشوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔ رمضان اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر گرم ہوتے ہیں۔ رمضان دعا کا مہینہ ہے۔ نماز تزکیہ نفس کرتی ہے اور روزہ سے تجلی قلب ہوتی ہے۔ اور تجلی قلب سے مکاشفات ہوتے ہیں۔ جن سے مومن خدا کو دیکھ لیتا ہے۔

رمضان کا چاند

رمضان کا چاند دیکھنے کا اہتمام سنت ابرار ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین رمضان کے چاند کا انتظار اس اشتیاق سے کرتے جیسے کسی معشوق کی آمد ہے۔ ایک خاص گہما گہمی ہوتی تھی اور ایک خاص ذوق وشوق رمضان کی برکات کے حصول کے لئے ان میں پیدا ہو جاتا تھا۔ جس رات رمضان کا چاند نظر آتا اسی رات سے قیام اللیل پر عمل شروع ہو جاتا رات کو جاگنا کثرت سے نوافل پڑھنا تراویح کا اہتمام کرنا قرآن پڑھنا اور سننا اور ذکر الٰہی کرنا اس کے بعد تھوڑی دیر سو کر نماز تہجد اور سحری کے لئے اُٹھ بیٹھنا ان ہی مشاغل میں ان کی رات بسر ہو جاتی اور ہر رات ان کا یہی معمول رہتا۔

روزہ کے احکام

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَافْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ اُغْمِىَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ'' یعنی چاند دیکھ کر روزے رکھنے شروع کرو۔ اور شوال کا چاند نظر آنے پر روزے ختم کرو۔ اگر بادل کی وجہ سے معاملہ مشتبہ رہے اور چاند نظر نہ آ سکے تو پھر شعبان کے تیس دن شمار کرو۔ اسی طرح اگر شوال کے چاند میں یہ دقت پیش آئے تو رمضان کے تیس روزے پورے کرو۔

اگر ایک گاؤں کے لوگ چاند دیکھ لیں تو دوسرے گاؤں والے جنہوں نے چاند نہیں دیکھا چاند دیکھنے والوں کے مطابق عمل کریں۔ اگر مطلع ابر آلود ہو اور حالت مشتبہ ہو اور ایک شخص اگر گواہی دے کہ اس نے چاند دیکھا ہے تو اس کی گواہی کو تسلیم کر لیا جائے اور اگر انہی حالات میں عید کے چاند کے متعلق دو آدمی گواہی دیں کہ انہوں نے عید کا چاند دیکھا ہے تو ان کی گواہی تسلیم کی جائے گی۔ لیکن اس کے لئے صرف ایک آدمی کی گواہی کافی نہیں ہو گی اور اگر مطلع صاف تھا تو پھر ایک یا دو آدمیوں کی گواہی معتبر نہ ہو گی بلکہ ایک جم غفیر کی گواہی کی ضرورت ہو گی۔ سحری کے وقت یعنی طلوع فجر سے کچھ دیر پہلے اٹھنا اور حسب خواہش اور حسب پسند کھانا کھا کر روزہ کی نیت کرنا بڑے ثواب کا موجب ہے بغیر کچھ کھائے روزہ رکھ لینا یا بہت سویرے کھانا کھا لینا پسندیدہ نہیں سمجھا گیا۔ بہر حال صبح کے طلوع ہونے سے پہلے روزہ کی نیت زیادہ بہتر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''جو شخص فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کرتا اس کا روزہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی طرح حضرت زیدؓ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت انسؓ نے حضرت زیدؓ سے پوچھا سحری کھانے اور نماز میں کتنا وقفہ تھا تو آپؓ نے فرمایا پچاس آیتیں پڑھنے پر جتنا وقت صرف ہوتا ہے اندازاً اتنا وقفہ تھا۔''

طلوع فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک نہ کھانا نہ پینا اور نہ

ہی اپنی بیوی سے ہم بستر ہونا۔ بشرطیکہ اس میں نیت اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو روزہ کہلاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ضروری ہے کہ ہر قسم کی برائیوں سے گپ بازی سے اور فضول اور لغو کاموں سے انسان باز رہے۔ سارا دن ذکر الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کرے یعنی خواہ وہ کوئی دینوی کام ہی کر رہا ہو اللہ تعالیٰ کی یاد اس کے دل سے محو نہ ہو۔ حقیقی روزہ اسی کا نام ہے صرف بھوکا پیاسا رہنا اور اپنی بدعادات کو ترک نہ کرنا روزہ کے مقصد کو پورا نہیں کرتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَ شَرَابَہٗ۔ یعنی جو شخص جھوٹ اور اس پر عمل کو ترک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے شخص کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رمضان کے دنوں میں صدقہ و خیرات بھی کثرت سے کرنی چاہیئے۔ انسان کا ہاتھ کھلا رہے اور دوست احباب کی خاطر و مدارات میں بھی سبقت دکھائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کی ہر رات میں آپ پر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے اور ان دنوں میں آپ یوں سخاوت کرتے جیسے تیز ہوا چلتی ہے۔

روزہ کی حالت میں بھول کر کچھ کھالینا

اگر یاد نہ رہے اور بھول کر انسان کچھ کھا پی لے تو اس کا روزہ علیٰ حالہٖ باقی رہے گا۔ اور کسی قسم کا نقص اس کے روزے میں واقع نہیں ہوگا بلکہ ایسی صورت میں بہتر ہے کہ اگر کوئی بھول کر کھانے پینے لگ جائے تو پاس کے لوگوں کو اسے یاد نہیں دلانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اسے کھلا رہا ہے۔ پھر انہیں کیا ضرورت پڑی کہ وہ اس میں روک ثابت ہوں حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا اَکَلَ الصَّائِمُ نَاسِیًا اَوْشَرِبَ نَاسِیًا فَاِنَّمَاھُوَ رِزْقٌ سَاقَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ وَلَا قَضَاءَ عَلَیْہِ وَلَا کَفَّارَۃَ۔

کوئی روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو اسے پریشان نہیں ہونا چاہیئے یہ تو رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا نہ اس پر قضا ہے نہ کفارہ ہے البتہ اگر کوئی شخص غلطی سے روزہ توڑ بیٹھے مثلاً روزہ یاد تھا لیکن کُلی کی غرض سے مونہہ میں پانی ڈالا اور پانی اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ تو اس کی قضاء ضروری ہو گی لیکن نہ وہ گنہگار ہے اور نہ اس پر کفارہ ہے۔

جان بوجھ کر روزہ توڑ دینا

جو شخص جان بوجھ کر روزہ توڑے وہ سخت گنہگار ہے ایسے شخص پر بغرضِ توبہ کفارہ واجب ہوگا۔ یعنی پے در پے اسے ساٹھ روزے رکھنے پڑیں گے یا ساٹھ مسکینوں کو اپنی حیثیت کے مطابق کھانا کھلانا پڑے گا یا ہر مسکین کو دو سیر گندم یا اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی توبہ کے سلسلہ میں اصل چیز حقیقی ندامت ہے جو دل کی گہرائیوں میں پیدا ہوتی ہے اگر یہ کیفیت انسان کے اندر پیدا ہو جائے لیکن اس میں ساٹھ روزے رکھنے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینے کی استطاعت نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کے رحم اور اس کے فضل پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ اس صورت میں استغفار ہی اس کے لئے کافی ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور دہائی دینے لگا یا حضرت میں ہلاک ہوگیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کس نے تجھے ہلاک کیا ہے اس نے عرض کی حضورؐ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کے پاس چلا گیا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تو غلام آزاد کرسکتا ہے۔ اس نے عرض کی نہیں۔ پھر حضورؐ نے پوچھا ساٹھ روزے مسلسل رکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا حضور نہیں اگر ایسا ہوسکتا اور شہوانی جوش کو روک سکتا تو یہ غلطی ہی کیوں سرزد ہوتی۔ حضور نے فرمایا تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو اس نے کہا غربت ایسا کرنے سے مانع ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تو پھر بیٹھو اتنے میں کوئی شخص ایک ٹوکری کھجوروں کی لے آیا۔ آپ نے فرمایا اٹھا لے اسے اور کھلا دے یہ مسکینوں کو۔ ٹوکری لے کر عرض کرنے لگا مجھ سے زیادہ اور کون غریب ہوگا مدینہ بھر میں سب سے زیادہ محتاج میں ہوں۔ حضورؐ اس کی اس عرض پر کھل کھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا جاؤ اپنے اہل و عیال کو ہی کھلا دو۔

وہ امور جن کے متعلق عوام سمجھتے ہیں کہ ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے پچھنے لگوانا۔ قے کرنا۔ دن کو سرمہ لگانا۔ معمولی آپریشن کرانا۔ کلوروفام سونگھنا روزہ کی حالت میں ان باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ انہیں پسندیدہ نہیں سمجھا گیا۔ اس لئے اس قسم کی باتیں مکروہ ہیں۔ ان کے علاوہ کلی کرنا۔

ناک میں پانی ڈالنا۔خوشبو لگانا۔ ڈاڑھی اور سر میں تیل لگانا۔ بار بار نہانا۔ آئینہ دیکھنا۔ مالش کرانا۔ پیار سے بوسہ لینا۔ان میں سے کوئی فعل بھی منع نہیں نہ ان سے روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی مکروہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جنابت کی حالت میں اگر نہانا مشکل ہو تو نہائے بغیر کھانا کھا کر روزہ کی نیت کرسکتا ہے۔

مرض اور سفر کی حالت میں روزہ

روزہ کا اجر عظیم ہے اور امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم کردیتے ہیں اس لئے انسان کو دعا مانگنی چاہیئے کہ:

''الٰہی یہ تیرا مبارک مہینہ ہے میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال رہوں یا نہ رہوں یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کرسکوں یا نہ کرسکوں یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا طاقت بخش دے گا لیکن اس کے باوجود اگر تقدیر الٰہی غالب آئے اور انسان بیمار ہوجائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوجائے گی کیونکہ ہر کام کا مدار نیت پر ہے جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے روزے رکھیں گے۔''

بہرحال بیمار ہونے یا سفر کی حالت میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ۔یعنی سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے:

قرآن کریم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ سفر میں تکالیف اٹھا کر جو انسان روزہ رکھتا ہے تو گویا اپنے زور بازو سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ اس کی اطاعت امر سے خوش نہیں کرنا چاہتا۔ یہ غلطی ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت امر و نہی میں سچا ایمان ہے۔

علاوہ ازیں حائضہ اور نفاس والی عورت بھی روزہ نہیں رکھ سکتی۔ ایسے ہی حاملہ اور دودھ پلانے والی بھی روزہ نہ رکھے۔لیکن بعد میں جب یہ عذر نہ رہیں یعنی بیمار تندرست ہوجائے۔ مسافر اپنے گھر پہنچ جائے یا کسی جگہ پندرہ یا پندرہ سے زائد دن ٹھہرنے کا ارادہ کرلے۔ حائضہ حیض سے پاک ہو جائے نفاس کے دن ختم ہوجائیں۔ حاملہ کے بچہ پیدا ہوجائے یا دودھ پلانے والی دودھ پلانا بند کردے۔ اس حالت میں ان لوگوں پر چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا واجب ہوگی۔ اور یہ روزے دوبارہ انہیں رکھنے ہوں گے۔

مزدور اور روزہ

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ کاشتکاروں اور مزدوروں سے جن کا گزارہ کاشتکاری اور مزدوری پر ہے روزہ نہیں رکھا جاتا ان کی نسبت کیا ارشاد ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا انما الاعمال بالنیات ۔یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ ہر شخص تقویٰ اور طہارت سے اپنی حالت سوچ لے۔ اگر کوئی اپنی جگہ مزدور رکھ سکتا ہے۔ یُسر ہو رکھ لے۔ اب رہا سوال کہ مرض یا سفر کی حدود کیا ہیں یا روزہ نہ رکھ سکنے کا معیار کیا ہے تو اس کے متعلق شریعت نے کوئی خاص حکم بیان نہیں فرمایا بلکہ اس بارہ میں اصولی ہدایت یہ ہے کہ ''كُلُّ اِنْسَانٍ فَقِيَةٌ لِنَفْسِهٖ''یعنی اس بارہ میں ہر شخص خود اپنے لئے فقیہہ اور مفتی ہے بزرگوں نے اس سلسلہ میں جو تفصیلات بیان کی ہیں۔ وہ مثالیں ہیں جن سے انسان صحیح فیصلہ تک پہنچنے میں روشنی حاصل کرتا ہے۔ مثلاً کہا گیا ہے کہ مرض ایسا ہو جس کا انسان کو احساس ہو اور وہ سمجھے کہ اس کی موجودگی میں روزہ رکھنے سے اسے جسمانی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے یا اس کے دماغ پر اس کا اثر پڑے گا۔ یا اُسے اس قسم کی کوفت ہوگی کہ اس کے نتیجہ میں عبادت سے اُسے نفرت ہوجائے گی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔حضور سے کسی نے پوچھا کہ اگر روزہ دار کی آنکھ بیمار ہو تو اس میں دوائی ڈالنی جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا یہ سوال ہی غلط ہے بیمار کے واسطے روزہ رکھنے کا حکم نہیں۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں فرمایا۔ مفتی صاحب آپ کمزور ہیں اس لئے آپ اس سال روزے نہ رکھیں۔ اسی طرح سفر کی حد کے سلسلہ میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ سحری کھا کر گھر سے کسی دوسری جگہ

جانے کے لئے نکلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے واپس گھر آ جائے تو وہ مسافر نہیں اُسے روزہ رکھنا چاہیئے۔ بہر حال ایک طرف رمضان کے روزوں کی عظیم الشان برکات ہیں دوسری طرف حکم ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ ان دونوں باتوں کو سامنے رکھ کر اس نے فیصلہ کرنا ہے کہ آیا وہ مریض ہے یا تندرست مسافر ہے یا گھر کی طرح اپنوں میں مقیم ہے۔ پھر اس کی روحانی حالت جسے وہ اپنے اندر محسوس کرتا ہے وہ بھی صحیح فیصلہ تک پہنچنے میں اس کی رہنمائی کرسکتی ہے اور اسے معلوم ہوسکتا ہے کہ آیا وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہا ہے یا خداوند تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کر رہا ہے۔ بہر نوع یہ ایک باریک امر ہے اگر کسی شخص پر اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا آدمی جو خدا کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور تکلیف کا باب بہت وسیع ہے اگر انسان چاہے تو اس کی رُو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے۔

روزہ افطار کرنا

مسلسل روزے رکھتے چلے جانا اور سورج غروب ہونے کے بعد ہر روز روزہ افطار نہ کرنا شریعت میں جائز نہیں۔ لگا تار رَوزے رکھنے کو وصال کہتے ہیں اور حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے منع فرمایا۔ جب سورج غروب ہو جائے تو اس کے غروب ہونے کے ساتھ ہی روزہ کھول دینا چاہیئے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَحَبَّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا۔ یعنی سب سے زیادہ وہ بندہ مجھے پیارا ہے جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے اور ایک حدیث میں آتا ہے لَا تَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَیْرٍ مَا اَخَّرُوا السُّحُوْرَ وَعَجَلُوْا الفِطْرَ یعنی جب تک میری امت سحری دیر سے کھانے اور افطار جلدی کرنے پر کاربند رہے گی وہ رمضان کی برکات سے حصہ پاتی رہے گی۔

نماز تراویح

رمضان کی راتوں کو زندہ رکھنا یعنی کم سونا اور رات کو جاگنا بہت بڑی برکتوں کا موجب ہے شب بیداری کی حالت میں جو عبادتیں انسان نے بجا لانی ہیں ان میں تراویح بھی ہے۔ یہ نماز دراصل تہجد کی نماز ہے اس لئے سحری کے وقت اسے ادا کرنا زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ لیکن اگر زیادہ سویرے اٹھنے میں حرج محسوس ہو تو عشاء کے بعد ہی جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔ اس نماز کی آٹھ رکعتوں میں ہر چار رکعتوں کے بعد کچھ دیر آرام کرنا چاہیئے۔ اس نماز میں رمضان بھر میں قرآن مجید ختم کرنا سنت ابرار ہے۔ قرآن کریم کے حُفّاظ اس نعمت کے حاصل کرنے کی خاص طور پر توفیق پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

فدیہ اور روزہ

جو شخص روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ فدیہ یعنی ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائے کیونکہ فدیہ سے روزہ کی توفیق ملتی ہے۔ خداوند تعالیٰ قادر مطلق ہے اگر وہ چاہے تو ایک مدقوق کو بھی طاقت روزہ عطا کرسکتا ہے اسی طرح ہر روزہ دار پر واجب ہے کہ وہ عید الفطر پڑھنے سے پہلے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرے۔ یعنی جماعت کے نظام کے ماتحت غریبوں کے لئے دو سیر گندم یا اس کی قیمت پر اس فرد کی طرف سے دے جس کا خرچ وہ برداشت کر رہا ہے۔ مثلاً چھوٹے بچے ہیں یا غلام ہیں۔ بیوی یا بڑی اولاد خود ذمہ وار ہیں ان کی طرف سے ادا کرنا اس پر واجب نہیں۔

لیلۃ القدر

لیلۃ القدر ایک ایسی رات ہے جس میں انسان کو قبولیت دعا کی گھڑی نصیب ہوتی ہے یہ رات ہزار مہینوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور عموماً رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں آتی ہے۔ اس رات کی تلاش میں بیدار رہ کر عبادت میں مشغول رہنا صلحاء اُمت کا معمول رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان اور خلوص نیت کے ساتھ جس نے لیلۃ القدر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر الٰہی میں بسر کی اس کے سارے گناہ بخشے گئے۔

ایک دفعہ فرمایا۔اگر مجھے لیلۃ القدر مل جائے تو میں یہ دعا مانگوں اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ العَفوَ فَاعْفُ عَنِّی۔

اعتکاف

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بھی لیلۃ القدر کی تلاش کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ جو شخص یہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ رمضان کا پورا آخری عشرہ اعتکاف میں گزارے وہ 20 کی صبح کو نماز پڑھ کر اعتکاف میں بیٹھ جائے۔ بہر حال اعتکاف کے معنی یہ ہیں کہ روزہ کی حالت میں مسجد میں یہ دن ذکر الٰہی میں بسر کرے۔ مسجد سے باہر جانے کی اُسے اجازت نہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ قضائے حاجت کے لئے باہر نکلے۔ ایسی صورت میں اگر راستہ میں کسی عیادت کا موقع بھی مل جائے تو کیا ہی کہنے۔ ایک پنتھ دو کاج۔ جمعہ کے دن جامعہ مسجد میں جمعہ کے لئے جا سکتا ہے۔ اعتکاف کی راتوں میں معتکف اپنی بیوی کے پاس نہیں جا سکتا۔

حرفِ آخر

روزہ جیسے تقویٰ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے ایسے ہی قرب الٰہی حاصل کرنے کا بھی ایک ذریعہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کا ذکر فرماتے ہوئے ساتھ یہ بھی بیان کیا ہے:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَادَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَO

(البقرۃ: 187)

یہ رمضان کی بھی شان میں فرمایا گیا ہے اور اس سے اس ماہ کی عظمت اور سرّ الٰہی کا پتہ لگتا ہے کہ اگر وہ اس میں دعائیں مانگیں تو میں قبول کروں گا۔لیکن ان کو چاہیئے کہ میری باتوں کو قبول کریں اور مجھے مانیں۔انسان جس وقت خدا تعالیٰ کی باتیں ماننے میں قوی ہوتا ہے خدا بھی ایسے ہی اس کی باتیں مانتا ہے۔وَآخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

صلوٰۃ التسبیح

آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اے میرے چچا عباس! کیا میں آپ کو ایسی دس باتیں نہ بتادوں کہ آپ جب انہیں کہیں تو اس سے خدا تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے، نئے پرانے، قصداً وسہواً، چھوٹے بڑے، ظاہر اور پوشیدہ سب گناہ بخش دے اور وہ دس باتیں یہ ہیں کہ آپ چار رکعت نماز پڑھیں اور ہر رکعت میں الحمدللہ یعنی سورۃ فاتحہ اور پھر کوئی سورۃ پڑھیں۔ پھر جب آپ پہلی رکعت میں قرأت سے فارغ ہوں تو قیام ہی کی حالت میں 15 مرتبہ کہیں:

سُبْحٰنَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ

پھر رکوع کریں تو حالتِ رکوع میں یہی کلمات دس مرتبہ کہیں۔ پھر جب رکوع سے اپنا سر اٹھائیں تو قومہ میں دس مرتبہ یہ کلمات کہیں، پھر سجدہ کریں تو سجدہ میں دس مرتبہ کہیں۔ پھر سجدہ سے سر اٹھائیں تو دونوں سجدوں کے درمیان قعدہ (جلسہ) میں دس مرتبہ کہیں۔ پھر دوسرا سجدہ کریں تو اس میں دس بار کہیں پھر جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھائیں تو جلسہ استراحت میں دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے دس مرتبہ کہیں۔ یہ ہر رکعت میں 75 مرتبہ ہوا۔ اسی طرح چاروں رکعتوں کو پورا کریں (کل 300 مرتبہ ہوا)۔ اگر آپ ہر روز ایک مرتبہ یہ چار رکعتیں پڑھ سکیں تو پڑھیں اور اگر ہر روز نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیں۔ اور اگر ہر جمعہ میں نہ پڑھ سکیں تو ہر مہینہ میں ایک بار پڑھ لیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیں اور اگر یہ بھی نہ کر سکیں تو عمر بھر میں ایک دفعہ پڑھ لیں۔

(ابو داؤد، ابن ماجہ، ترمذی، مستدرک حاکم ابن حیان بیہقی، بحوالہ مشکوٰۃ)

(بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 6 جون 1984)

ایک سو مرتبہ

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

جس نے ایک دن میں

سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ

ایک سو مرتبہ کہا اس کی سب خطائیں معاف کردی جاتی ہیں خواہ وہ سمندر کی جھاگ کی طرح ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب فضل التسبیح حدیث نمبر5926)

رمضان المبارک

تزکیۂ نفس کا مہینہ

افتخار احمد ایاز (لندن)

اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کو بڑی رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ قرار دیا ہے۔ جب قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا جس پر دین اسلام کی بنیاد ہے اور جو اپنے کمال اور جامعیت کے اعتبار سے کوئی مثال نہیں رکھتا۔ رمضان کے پاکیزہ ماحول میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور انسان کو تزکیۂ نفس کے لئے ایک بے نظیر موقعہ میسر آجاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ

(البقرۃ: 186)

سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے. صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیۂ نفس کرتی ہے اور صوم تجلّیِ قلب کرتا ہے۔ تزکیۂ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امّارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلّیِ قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 256)

حضور علیہ السلام کے اس فرمان سے ماہ رمضان کی فضلیت پوری شان سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس ماہ کے اول و آخر بلکہ ہر لحہ پر عبادات صدقہ و خیرات، ذکر الٰہی اور دیگر نیک امور کے سرانجام دینے کے مواقع میسر آتے ہیں اور یہ تمام مواقع تزکیۂ نفس کا موجب بنتے ہیں اور بدیوں اور گناہوں سے محفوظ رہنے اور نفس امّارہ کی منفی تحریکوں کے راستے مسدود ہونے سے اللہ کے بندے اس مہینہ میں ہی جنت کا منظر پالیتے ہیں۔

قرآن کریم نے تاکیداً فرمایا ہے کہ:

’’اے مومنو! تم پر پہلے لوگوں کی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو‘‘

(البقرہ: 184)

تزکیۂ نفس اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا کی راہوں پر چلنے سے حاصل ہوتا ہے۔ روزہ نفس امارہ کی تمام اخلاقی، معاشرتی اور روحانی کمزوریوں سے بچاتے ہوئے اللہ کی خوشنودی کی راہ دکھاتا ہے۔ گویا روزہ تزکیۂ نفس جیسے بلند مقام تک لے جانے اور تقویٰ حاصل کرنے کا منبع اور سرچشمہ ہے۔

نفس کی پاکیزگی کے بغیر اللہ تعالیٰ کا پیار اور محبت حاصل کرسکنا ممکن نہیں اور نہ ہی انسان پاک وصاف نفس کے بغیر دین و دنیا میں کوئی حقیقی کامیابی اور خوشی حاصل کرسکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’پس جو شخص خدا کو خوش کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی دنیا ٹھیک ہو جاوے، خود پاک دل ہو جاوے، نیک بن جاوے اور اس کی تمام مشکلات حل اور دکھ دور ہو جاویں اور اس کو ہر طرح کی کامیابی اور فتح و نصرت عطا ہو تو اس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ایک اصول بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝

(الشّمس: 10)

کامیاب ہو گیا، بامراد ہو گیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا۔

تزکیۂ نفس میں ہی تمام برکات اور فیوض اور کامیابیوں کا راز پنہاں ہے۔
فلاح صرف امور دینی ہی میں نہیں بلکہ دنیا و دین میں کامیابی ہوگی۔
نفس کی ناپاکی سے بچنے والا انسان کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ دنیا میں ذلیل ہو۔"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 481)

سورۃ الشمس کی آیت

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۙ

(الشمس: 10)

کی تفسیر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یقیناً وہ شخص بامراد ہوا۔ جو نفسانی خواہشات سے اجتناب اختیار کر کے پاک ہوا۔ تَزَکّٰی کے معنی پاک ہونے کے ہوتے ہیں۔ پس اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ وہ شخص کامیاب ہوا جس نے تقدس کا جامہ پہن لیا۔ اللہ تعالیٰ چونکہ خود قدوس ہے اس لئے وہی شخص اس کا قرب حاصل کر سکتا ہے جو تقدس اور پاکیزگی اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ گناہ آلود زندگی بسر کرنے والے، خدا تعالیٰ کے احکام کو پس پشت ڈالنے والے، شیطانی راہوں کو اختیار کرنے والے اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلنے والے دنیا میں بھی ذلیل ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی ذلیل ہوں گے۔ تمام کامیابیوں کی جڑ پاکیزگی اختیار کرنا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 438)

بعض لوگ اپنے نفس کی اندھادھند پیروی کرتے چلے جاتے ہیں اور نقصان اٹھاتے ہیں۔ نفس کو ٹٹولتے رہنا چاہئے اور اس کی پاکیزگی اور صفائی کی طرف ہمیشہ توجہ دینی چاہیئے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان ذرائع کو اختیار کیا جائے جن سے تزکیۂ نفس حاصل ہوتا ہے۔ ان میں سے اوّلین دعا ہے۔

تزکیہ نفس کے ذرائع

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

حقیقی پاکیزگی کے حاصل کرنے اور خاتمہ بالخیر کے لئے جو طریق خدا تعالیٰ نے سکھایا ہے وہ دعا ہے۔ اس لئے جس قدر ہو سکے دعا کرو۔ یہ طریق بھی اعلیٰ درجہ کا مجرب اور مفید ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُم

(المومن: 61)

تم مجھ سے دعا کرو مَیں تمہارے لئے قبول کروں گا۔

دعا ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے ساتھ مسلمانوں کو فخر کرنا چاہیئے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور مسلمانوں نے بھی اس میں سخت ٹھوکر کھائی ہے کہ دعا جیسی شے کو ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے ہیں۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 406)

دُعا

رمضان خاص دعاؤں اور دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر احمدی دعاؤں کا مجسمہ ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی پہلے دن سے ہی دعاؤں کی طرف بہت توجہ دلائی ہے۔ دعاؤں کی قبولیت کے لئے نفس کی پاکیزگی ضروری ہے۔ صرف ضروری ہی نہیں بلکہ ایک بنیادی ضرورت ہے۔ انسان کا ضمیر اسے نفس کی حالت سے آگاہ کرتا رہتا ہے۔ اس لئے نفس کی پاکیزگی کے لئے خاص طور پر رمضان میں توجہ سے دعا کرنی چاہئے کیونکہ اس پاکیزگی کے بغیر انسان حقیقی معنوں میں کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا، نہ اس دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ اور پھر ایک عزم کے ساتھ اس پاکیزگی کو حاصل کرنے کے دیگر ذرائع بھی اختیار کرنے چاہئیں۔

ذکرِ الٰہی

دوسرا ذریعہ تزکیہ نفس کا ذکر الٰہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" قرآن کریم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ایسی شے ہے جو

قلب کو اطمینان عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

پس جہاں تک ممکن ہو ذکر الٰہی کرتا رہے۔ اس سے اطمینان حاصل ہوگا۔ ہاں اس کے واسطے صبر اور محنت درکار ہے۔ اگر گھبرا جاتا اور تھک جاتا ہے تو پھر یہ اطمینان نصیب نہیں ہوسکتا۔ دیکھو ایک کسان کس طرح پر محنت کرتا ہے اور پھر کس صبر اور حوصلہ کے ساتھ باہر اپنا غلہ بکھیر آتا ہے۔ بظاہر دیکھنے والے یہی کہتے ہیں کہ اس نے دانے ضائع کر دئے لیکن ایک وقت آ جاتا ہے کہ وہ ان بکھرے ہوئے دانوں میں سے ایک خرمن جمع کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر حسن ظن رکھتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ اسی طرح پر مومن جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک تعلق پیدا کر کے استقامت اور صبر کا نمونہ دکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس پر مہربانی کرتا ہے اور اسے وہ ذوق شوق اور معرفت عطا کرتا ہے جس کا وہ طالب ہوتا ہے۔

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 312)

پھر فرماتے ہیں:

قرآن شریف میں ہے

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ

(البقرہ: 153)

یعنی اے میرے بندو تم مجھے یاد کیا کرو اور میری یاد میں مصروف رہا کرو، مَیں بھی تم کو نہ بھولوں گا، تمہارا خیال رکھوں گا اور میرا شکر کرو اور میرے انعامات کی قدر کیا کرو اور کفر نہ کیا کرو۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذکر الٰہی کے ترک اور اس سے غفلت کا نام کفر ہے۔ پس جو دم غافل وہ دم کافر، والی بات صاف ہے۔ یہ پانچ وقت تو خدا تعالیٰ نے بطور نمونہ کے مقرر فرمائے ہیں ورنہ خدا کی یاد میں تو ہر وقت دل کو لگا رہنا چاہیئے۔ اور کبھی کسی وقت بھی غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اس کی یاد میں غرق ہونا بھی ایک ایسی صفت ہے کہ انسان اس سے انسان کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 259)

رمضان تو ہر دم ذکر الٰہی کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ذہن میں یہ بھی رکھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نفس کو کلیتہً پاک اور صاف کر دے۔ نفس کی پاکیزگی کے بھی درجات ہیں اور جیسے انسان نفس کی پاکیزگی میں ترقی کرتا ہے ویسے ہی اس کے لئے تقویٰ میں ترقی کے راستے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تقویٰ ہر ایک نیکی کی جڑ ہے اور پاک وصاف عمل کے بغیر نیک عمل ممکن نہیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ذکر الٰہی کرنے والوں پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور یہ تزکیۂ نفس کا یقینی درجہ ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ج

(المنافقون: 10)

کہ اے مومنو! تم کو مال اور اولاد اللہ کا ذکر کرنے سے روک نہ دے۔ تم اللہ کا ذکر کرنے میں کسی رکاوٹ کی پرواہ نہ کرو۔ اور کوئی تمہارا ایسا کام نہ ہو جس کو کرتے ہوئے تم اللہ کا ذکر کرنے میں سستی کرو۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ایسی ہے جیسے زندہ اور مردہ کی۔ یعنی جو اللہ کا ذکر کرتا رہتا ہے وہ زندہ ہے اور جو نہیں کرتا وہ مردہ ہے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اے اصحاب کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جو سب سے بہتر اور سب سے پسندیدہ ہے اور سونے چاندی کے خرچ سے بھی بہت بہتر ہے۔ اور اس سے بھی بہتر کہ کوئی جہاد کے لئے جائے اور دشمنوں کو قتل کرے اور خود بھی شہید ہو جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ذکر الٰہی کا درجہ سب سے بلند ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا جہاد سے بھی اس کا درجہ بلند ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

نماز

ذکر الٰہی کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ پنجوقتہ نمازوں کو خلوص اور صدق کے ساتھ ادا کیا جائے۔صلوٰۃ تزکیہ نفس کا بہترین ذریعہ ہے۔ جب نمازوں میں ایک قسم کی رقت اور گداز پیدا ہو جائے تب فلاح یعنی دین و دنیا میں حقیقی کامیابیوں کا دروازہ کھل جاتا ہے اور دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب انسان کو نمازوں میں خشوع اور خضوع حاصل ہونے لگ جاتا ہے تو پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا کی محبت اس کے دل سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔اس سے یہ مراد نہیں کہ پھر وہ کاشتکاری، تجارت، نوکری وغیرہ چھوڑ دیتا ہے بلکہ وہ دنیا کے ایسے کاموں سے جو دھوکہ دینے والے ہوتے ہیں اور خدا سے غافل کر دیتے ہیں، اعراض کرنے لگ جاتا ہے اور ایسے لوگوں کی گریہ وزاری اور تضرع اور ابتہال اور خدا کے حضور عاجزی کرنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص دین کی محبت کو دنیا کی محبت، حرص، لالچ اور عیش، عشرت سب پر مقدم کر لیتا ہے''۔

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 63)

یہی وہ طریق ہے جس کے اختیار کرنے سے انسان تزکیۂ نفس حاصل کر لیتا ہے۔لیکن خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر تزکیۂ نفس حاصل نہیں ہوتا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''درحقیقت یہ گند جو نفس کے جذبات کا ہے اور بد اخلاقی، کبر اور ریاء وغیرہ کی صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے اس پر موت نہیں آتی جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو۔اور یہ موادِ ردّیہ جل نہیں سکتے جب تک معرفت کی آگ ان کو نہ جلائے۔ جس میں یہ معرفت کی آگ پیدا ہو جاتی ہے وہ ان اخلاقی کمزوریوں سے پاک ہونے لگتا ہے۔اور بڑا ہو کر بھی اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے اور اپنی ہستی کی کچھ حقیقت نہیں پاتا۔وہ اس نور اور روشنی کو جو انوارِ معرفت سے اسے ملتی ہے انہیں کسی قابلیت اور خوبی کا نتیجہ نہیں مانتا اور نہ اسے اپنے نفس کی طرف منسوب کرتا ہے بلکہ وہ اسے خدا تعالیٰ کا ہی فضل اور رحم یقین کرتا ہے جیسے ایک دیوار پر آفتاب کی روشنی اور دھوپ پڑ کر اسے منور کر دیتی ہے لیکن دیوار اپنا کوئی فخر نہیں کر سکتی کہ یہ روشنی میری قابلیت کی وجہ سے ہے۔یہ ایک دوسری بات ہے جس قدر وہ دیوار صاف ہوگی اسی قدر روشنی زیادہ صاف ہوگی۔۔۔۔

پس میرے نزدیک پاک ہونے کا یہ عمدہ طریق ہے اور ممکن نہیں کہ اس سے بہتر کوئی اور طریق مل سکے کہ انسان کسی قسم کا تکبر اور فخر نہ کرے۔نہ علمی، نہ خاندانی، نہ مالی۔۔۔

پس سچی معرفت اسی کا نام ہے کہ انسان اپنے نفس کو مسلوب اور لاشئ محض سمجھے اور آستانۂ الوہیت پر گر کر عجز اور انکسار کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل کو طلب کرے۔اور اس نورِ معرفت کو مانگے جو جذباتِ نفس کو جلا دیتا ہے۔

(ملفوظات، جلد 4 صفحہ 213)

دُرود و استغفار

اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے درود و استغفار تریاق ہیں۔ایک شخص نے بیعت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور مجھے کوئی وظیفہ بتائیں۔اس پر حضور نے فرمایا کہ

''نمازوں کو سنوار کر پڑھا کرو کیونکہ ساری مشکلات کی یہی کنجی ہے اور اس میں ساری لذت اور خزانے بھرے ہوئے ہیں۔صدق دل سے روزے رکھو، صدقہ وخیرات کرو، درود و استغفار پڑھا کرو''۔

(الحکم، جلد 7 مورخہ 28 فروری 1903)

باطنی پاکیزگی، روحانی ترقی اور اعلیٰ کمالات و اعلیٰ تزکیۂ نفس کے لئے درود کا کثرت سے پڑھنا اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم آنحضرت ﷺ پر درود و سلام بھیجا کرو۔پھر قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًاO

(الاحزاب:44)

یعنی وہی ہے جو تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور اسکے فرشتے بھی تمہارے لئے

دعائیں کرتے ہیں تا کہ (اس کا نتیجہ یہ نکلے) وہ تم کو اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے اور وہ مومنوں پر بار بار رحم کرنے والا ہے۔

انسان کا اندھیروں سے نور کی طرف جانا ہی تزکیۂ نفس ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں ایک زمانے تک مجھے استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں۔ بجز وسیلۂ نبی کریمؐ کے مل نہیں سکتیں۔ جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے

وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

(المائدہ:36)

تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ دو سقے آئے ہیں اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راستے سے میرے گھر میں داخل ہوئے اور انکے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں ھٰذَا مَاصَلَّيْتَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ۔ یعنی یہ اس بات کی وجہ سے ہے کہ تم نے آنحضرت ﷺ پر درود بھیجا ہے۔

(حقیقۃ الوحی۔ حاشیہ صفحہ 128۔ روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 131)

پس رمضان المبارک میں خاص طور پر بہت کثرت سے درود شریف پڑھیں اور اس التجا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نفس کے سارے اندھیروں کو دور کردے اور اپنے نور کی شعاعوں سے اسے منور کردے اور اس کو اپنے پیار سے ہمیشہ کے لئے بھر دے۔

☆ صحبتِ صالحین وصادقین

تزکیۂ نفس کے لئے صحبتِ صالحین کا بھی تاکیدی حکم ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''تزکیۂ نفس کے واسطے صحبتِ صالحین اور نیکوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنا بہت مفید ہے۔''

(ملفوظات جلد 1)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

''تیسرا پہلو حصولِ نجات اور تقویٰ کا صادقوں کی معیت ہے جس کا حکم قرآن شریف میں ہے:

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ O

یعنی اکیلے نہ رہو کہ اس حالت میں شیطان کا داؤ انسان پر ہوتا ہے بلکہ صادقوں کی معیت اختیار کرو اور انکی جمعیت میں رہو تا کہ انکے نور و برکات کا پرتَو تم پر پڑتا رہے۔ اور خانۂ قلب کے ہر ایک خس و خاشاک کو محبتِ الٰہی کی آگ سے جلا کر نورِ الٰہی سے بھر دے''۔

(ملفوظات، جلد 4 صفحہ 207)

پھر فرمایا:

''اصلاح نفس کی ایک راہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ O

یعنی جو لوگ قولی، علمی، عملی، اور حالی رنگ میں سچائی پر قائم ہیں ان کے ساتھ رہو۔ اس سے پہلے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

یعنی ایمان اور تقویٰ اختیار کرو۔ اس سے یہ مراد ہے کہ پہلے ایمان ہو پھر سنت کے طور پر بدی کی جگہ کو چھوڑ دے اور صادقوں کی صحبت میں رہے۔ صحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے جو اندر ہی اندر ہوتا چلا جاتا ہے۔ پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ صحبت میں بہت بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح نفس کے لئے كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کا حکم دیا ہے۔ جو شخص نیک صحبت میں جاتا ہے خواہ وہ مخالفت ہی کے رنگ میں ہو لیکن وہ صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی اور ایک نہ ایک دن وہ اس مخالفت سے باز آ جائے گا''۔

فرمایا:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے۔ وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان

سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں وہ لوگ تیرا ذکر کر رہے تھے۔مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں وہ بھی ان میں سے ہی ہے کیونکہ

اِنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صحبت کے کس قدر فائدے ہیں۔ سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دور رہے''۔

(ملفوظات جلد 6)

صحبت صالحین کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے نماز باجماعت کا حکم فرمایا ہے تا ہم روزانہ پانچ مرتبہ صالحین کی صحبت کی برکتوں سے مستفید ہوسکیں۔ پھر ضروری ہے کہ ہم جماعت کی تقاریب اجتماعات اور اجلاسات میں کثرت سے شامل ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نفس کی کمزوریوں کو دور کردے اور ہمیں ہر لحاظ سے پاک وطیب بنادے۔

تزکیۂ نفس کے لئے صحبت صادقین میں سب سے بڑی نعمت خلیفۂ وقت کا قرب ہے۔خلیفہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا صادق ہے۔حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی مجالس میں شامل ہونا، آپ کے پیچھے نمازیں ادا کرنا، آپ کے ارشادات کو توجہ سے سننا اور ان پر صدق سے عمل کرنا اور حضور کے ساتھ خطوط کے ذریعہ ایک والہانہ تعلق رکھنا تزکیۂ نفس کے لئے عظیم نعمتیں ہیں۔ ایم ٹی اے پر خلفاء کرام کے جو مجالس، خطبات اور خطابات نشر ہوتے ہیں ان کو توجہ سے سننا بھی ان مقدس، وجودوں کی صحبت سے مستفید ہونے کا ایک طریق ہے۔

☆ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی

حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنا بھی تزکیۂ نفس کا ذریعہ ہے،

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۞ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۞

جس کا مطلب یہ ہے کہ نجات پا گیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا اور خائب وخاسر ہو گیا وہ شخص جو اس سے محروم رہا۔ اس لئے اب تم لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ تزکیۂ نفس کس کو کہا جاتا ہے۔سو یاد رکھو کہ ایک مسلمان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کے واسطے ہمہ تن تیار رہنا چاہئے۔اور جیسے زبان سے خدا تعالیٰ کو اس کی ذات اور صفات میں وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ سمجھتا ہے ایسے ہی عملی طور پر اس کو دکھانا چاہیئے۔اور اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا بھی بغض وحسد اور کینہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ اور دوسرں کی غیبت سے بالکل الگ ہونا چاہیئے۔۔۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم آپس میں ایک وجود ہو جاؤ۔ اور جب تم ایک وجود کی طرح ہو جاؤ گے اس وقت کہہ سکیں گے کہ اب تم نے اپنے نفسوں کا تزکیہ کرلیا ہے۔ کیونکہ جب تک تمہارا آپس میں معاملہ صاف نہیں ہوسکتا۔ گو ان دونوں قسم کے حقوق میں بڑا حق خدا تعالیٰ کا ہے۔مگر اس کی مخلوق کے ساتھ معاملہ کرنا یہ بطور آئینہ کے ہے۔ جو شخص اپنے بھائیوں سے صاف صاف معاملہ نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہیں کرسکتا''۔

''تزکیۂ نفس اسے کہتے ہیں کہ خالق ومخلوق دونوں کی طرف کے حقوق کی رعایت کرنے والا ہو''۔

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 73)

☆ ظاہری صفائی

تزکیۂ نفس کے لئے ظاہری صفائی بھی بہت اہم ہے۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''پھر تزکیہ سے ظاہری صفائی بھی مراد ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ راستہ میں کوئی گند نہ پھینکا جائے۔۔۔اسی طرح وضو کرنا جمعہ کے دن نہانا، بدن اور لباس کی میل دور کرنا، ناک، کان اور بالوں کی صفائی کرنا، ناخنوں کے اندر میل نہ جمنے دینا، یہ تمام امور دین میں شامل ہیں۔اسی طرح رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص بد بودار چیز کھا کر مسجد میں نہ آئے کیونکہ اس سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ پھر قلبی صفائی ہے اس کے متعلق بھی اسلام اعلیٰ درجہ کی تعلیم کا حامل ہے۔اخلاقی تعلیم ہے۔اس کے متعلق بھی اسلام نے بڑا زور دیا ہے اور کہا ہے کہ غیبت نہ کرو، چغلی نہ کھاؤ، دوسروں پر ظلم

نہ کرو، تجارتی بددیانتی نہ کرو، حساب کتاب صاف رکھو، سود نہ لو، قرض دو تو لکھ لیا کرو، قرض لو تو مقررہ وقت کے اندر ادا کرو، غرض تزکیۂ نفوس کے لئے تمام احکام قرآن کریم نے بیان کردئے ہیں''۔

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 195)

☆خیالات کی پاکیزگی

تزکیۂ نفس کے لئے خیالات کی پاکیزگی بھی ضروری ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اصل بات یہ ہے کہ تزکیۂ نفس کے لئے خیالات کی پاکیزگی بھی ضروری ہے۔ بے شک خیالات کو کلی طور پر پاک کرنا تو ہر انسان کے لئے ناممکن ہے لیکن اگر کوئی برا خیال پیدا ہو تو اسے اپنے دل سے نکال دینا تو ہر انسان کے لئے ممکن ہے۔۔۔ تزکیۂ نفس کی بنیاد انسانی قلب کی صفائی پر ہے اور اس کی اہمیت رسول کریم ﷺ نے ایک دوسری جگہ پر یوں فرمائی ہے کہ انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ تندرست ہوتا ہے تو سارا جسم تندرست ہوتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: غور سے سنو وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔

پس اسلام میں پاکیزگی اس کا نام نہیں کہ صرف زبان پر اچھی باتیں ہوں یا اعمال تو اچھے ہوں اور دل میں بُرائی ہو بلکہ اسلام میں اصل پاکیزگی دل کی سمجھی جاتی ہے۔ جو انسان اپنے دل کے لحاظ سے پاکیزہ نہیں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہرگز پاکیزہ نہیں۔ ایک شخص قطعاً کوئی گناہ نہ کرے مگر اس کے دل میں گناہ اور برائی سے الفت ہو اور گناہ کے ذکر میں اُسے لذت محسوس ہو تو وہ نیک اور پاک نہیں کہلائے گا جب تک اس کے دل میں بھی یہ بات نہ ہو کہ اسے گناہوں میں ملوث نہیں ہونا چاہئے''۔

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 653)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں:

'' 1899 کا ذکر ہے عاجز ان دنوں لاہور میں ملازم تھا۔ کسی رخصت کی تقریب پر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا: قرآن شریف میں آیا ہے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا

اس نے نجات پائی جس نے اپنا تزکیۂ نفس کیا۔ تزکیۂ نفس کے واسطے صحبت صالحین اور نیکوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنا بہت مفید ہے۔ جھوٹ وغیرہ اخلاق رذیلہ دور کرنے چاہئیں۔ جیسا کہ غلطیاں نکالنے کے بغیر املاء درست نہیں ہوتا۔ ایسا ہی غلطیاں نکالنے کے بغیر اخلاق درست نہیں ہوسکتے۔ آدمی ایسا جانور ہے کہ اس کا تزکیہ ساتھ ساتھ ہوتا رہے تو سیدھی راہ پر چلتا ہے ورنہ بہک جاتا ہے۔''

(ذکر حبیب صفحہ 237)

رمضان المبارک خصوصی دعاؤں کا مہینہ ہے اور اس کے ساتھ اپنے ذاتی محاسبہ کا مہینہ بھی اور اپنے نفس کی درستی اور پاکیزگی کے لئے جہاد کا مہینہ ہے۔ اپنی دعاؤں کے ساتھ ان دعاؤں کو بھی ضرور شامل کر لینا چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خاص طور پر سکھلائی ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''تزکیۂ نفس کے لئے اللہ تعالیٰ مومنوں کو خاص دعائیں سکھلاتا ہے کیونکہ دعا ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے انسان اللہ تعالیٰ کا چہرہ دیکھتا ہے اور دعا ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے اس کی قدرتوں پر زندہ ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر وہ دعا جو اللہ تعالیٰ خود سکھلائے اس کی قبولیت میں تو کسی شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمارے مومن بندے ہمیشہ یہ دعا کرتے رہتے ہیں:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا

(البقرہ: 287)

اے ہمارے رب! اگر ہم کبھی بھول جائیں یا کوئی خطا ہم سے سرزد ہو جائے تو ہمیں سزا نہ دینا بلکہ ہم سے رحم اور عفو کا سلوک کرنا۔ بھول جانے کے یہ معنی ہیں کہ کوئی کام کرنا ضروری ہو اور نہ کیا جائے۔

پھر فرماتا ہے:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا

(البقرہ: 287)

یعنی مومن یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ اے خدا ہم پر اُس طرح ذمہ داری نہ ڈالیو جس طرح تو نے ان لوگوں پر جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں ڈالی تھی۔

اِصْـــرًا کے ایک معنے چونکہ گناہ کے بھی ہیں اس لئے دعا کا ایک مفہوم یہ ہے کہ اے خدا تو ہم پر اس طرح گناہ نہ ڈال جس طرح تو نے پہلی قوموں پر ڈالا۔ یعنی ہمیں ان اعمال سے اپنے فضل سے محفوظ رکھ جس کے نتیجہ میں ہماری طرف گناہ منسوب ہوں۔ پھر فرمایا:

وَاعْفُ عَنَّا

(البقرہ: 287)

اے خدا تو ہم سے عفو کر

وَاغْفِرْ لَنَا

اور جو کام ہم غلط کر چکے ہیں اس کے خمیازے سے ہمیں بچانا

وَارْحَمْنَا

پھر ہم سے جو اور غلطیاں ہوئی ہیں ان غلطیوں کے متعلق بھی ہم پر رحم فرما۔

أَنْتَ مَوْلَانَا

تو ہمارا آقا اور ہمارا مالک ہے۔۔۔تو آقا ہونے کے لحاظ سے ہم پر رحم کر دے۔(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 259)

خوش قسمت ہیں جو رمضان کا مہینہ پاتے ہیں اور قابل رشک ہیں وہ جو اس کی برکتوں سے جھولیاں بھرتے چلے جاتے ہیں اور پھر رمضان کے انعامات کے وارث بنتے ہیں۔ اور ان انعامات میں سے سب سے بڑا انعام تزکیۂ نفس ہے۔ جس نے یہ پالیا اس نے سب کچھ پالیا۔ اللہ تعالیٰ اس رمضان کی برکت سے ہمارے دلوں کے سب اندھیرے ہمیشہ کے لئے دور کر دے، اور ہمیں اُس نور کی طرف لے جائے جس کی طرف جانا ہی تزکیہء نفس ہے۔ آمین۔

(بحوالہ الفضل انٹر نیشنل 31 اکتوبر تا 6 نومبر 2003)

(ٹائپنگ: مبرور جٹالہ)

****

نظم

عطاء المجیب راشد

(خلافتِ خامسہ کے پانچویں جلسہ سالانہ 2007 کے بارہ میں)

رحمتِ باری کو دن رات برستے دیکھا
اس کے فضلوں کو صبح و شام اترتے دیکھا

راستے جتنے تھے مہدی کے حدیقہ کی طرف
ہم نے دیوانوں کو ہر راہ پہ چلتے دیکھا

اک مسیحا کی صدا نے ہے جگایا جادو
ایک جنگل کو گلستاں میں بدلتے دیکھا

شرفِ انساں کی حقیقت ہوئی روشن تب
عشق بھی چیز ہے کیا ، کیسے بیاں ہو اس کا
کالے گورے کو بصد شوق جو ملتے دیکھا
اک نظر پڑتے ہی اشکوں کو برستے دیکھا

وہ سرِ بزم جو آیا تو عجب عالم تھا
اک تلاطم کو کناروں سے چھلکتے دیکھا

کیا عجب جذب کی طاقت تھی بیاں میں اس کے
اس کی ہر بات کو سینوں میں اترتے دیکھا

زندگی پا کے نئی ، ایک نیا عزم لئے
شکر سے جھولیاں ہر شخص کو بھرتے دیکھا

ہے خلافت بھی عجب نور کی شمع راشدؔ
جس کی خاطر سبھی پروانوں کو جلتے دیکھا

صومِ رمضان کی حدود و قیود

لطف الرحمٰن محمود

دین کی تھوڑی بہت شُد بُد رکھنے والا ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے جنہیں ''ارکانِ اسلام'' کہا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسالتِ محمدیہؐ کی شہادت، پنجوقتہ نماز کا التزام، صومِ رمضان یعنی ماہِ رمضان کے روزے، صاحبِ نصاب کی طرف سے زکوٰۃ کی سالانہ ادائیگی، اور توفیقِ استطاعت کی شکل میں زندگی میں کم از کم ایک بار حجِّ بیت اللہ، قرآن وسُنّت اور کتبِ احادیث سے استفادہ کے بغیر ہم ان احکام پر صحیح رنگ میں نہ عمل کر سکتے ہیں اور نہ ہی اُن کی روح اور حکمت کو پوری طرح سمجھ سکتے ہیں۔

رمضان المبارک کی اہمیت

رمضان المبارک اسلامی کیلینڈر کا نواں مہینہ ہے۔ مہینوں کے یہ نام عربوں میں ظہورِ اسلام سے پہلے سے چلے آتے ہیں۔ بعثتِ نبویؐ کے بعد تاریخی لحاظ سے ہر مہینے میں اہم واقعات ہوئے ہیں۔ بعض مہینوں کے بارے میں دورِ جاہلیت میں بھی عربوں کا خاص نقطۂ نظر تھا۔ مثلاً وہ شوّال کو شادی بیاہ کیلئے منحوس سمجھتے تھے۔ اسلام نے اس تصور کو رد کیا اور حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے شوال میں نکاح کئے۔ حج کی وجہ سے ذوالحجہ اور دوسرے اشہرِ حرم کا احترام پایا جاتا تھا۔ اسلام نے بھی تطہیر اور اصلاح کے بعد حج کو اسلام کا رکن قرار دیا۔ اسلام میں تمام مہینوں میں رمضان کو تین وجوہات کی بنا پر خاص اہمیت حاصل ہے:

① نزولِ قرآن کے آغاز سے اس کی نسبت　(البقرۃ: 186)

② فرضیتِ صیام　(البقرۃ: 186)

③ لیلۃُ القدر کی برکات　(سورۃ القدر)

اس مہینہ سے وابستہ اس اہمیت، نیز عبادات، برکات اور دیگر خصوصیات کی وجہ سے حضرت نبی کریم ﷺ نے رمضان کو ''سیّد الشھور'' تمام مہینوں کا سردار قرار دیا۔ نیز روزہ کی بنیادی خصوصیت، صبر کی وجہ سے اسے ''شہرالصبر'' (صبر کا مہینہ) کہہ کر یاد فرمایا۔

جس طرح ایک رواں دواں دریا میں اور ندیاں شامل ہو کر اس کی قوت وشوکت میں اضافہ کرتی رہتی ہیں اسی طرح روزے کی مرکزی عبادت میں نوافل، تسبیح وتحمید، ایصالِ خیر اور ذکر وفکر شامل ہو کر رمضان کی عظمت کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ غرض روزے میں اور بہت سی عبادات شامل ہو جاتی ہیں۔ مزید برآں روزہ دار کو ضبطِ نفس کے عظیم الشان مواقع ملتے ہیں۔ اس وجہ سے انفرادی طور پر' افراد اور اجتماعی طور پر معاشرے کے وہ حصے جن میں رمضان اپنی تاثیرات اور برکات کے ساتھ ''داخل'' ہو جاتا ہے وہ اس بابرکت انقلاب سے حصہ پاتے ہیں۔ حدیث میں 'استعارہ کی زبان' میں ان کیفیات کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ رمضان میں دوزخ کے دروازے مقفّل کر دیئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو پابہ زنجیر کر دیا جاتا ہے۔ اس مفہوم کی حامل احادیث، بخاری، مسلم، ابن ماجہ وغیرہ صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ یہ استعارہ کسی اور مہینے کیلئے استعمال نہیں کیا گیا۔ اس سے بھی ماہِ رمضان کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ خصوصیت بھی قابلِ غور ہے کہ صیامِ رمضان کے مقابلے پر کسی اور عبادت کا اتنا دورانیہ نہیں جو پورے مہینے پر محیط ہو۔ صلوٰۃ کے پانچ معیّن اوقات ہیں۔ نمازِ تہجد جو مقامِ محمود تک پہنچاتی ہے، رات کے ایک حصے سے مخصوص ہے۔ نمازِ جمعہ کا بھی وقت مقرر ہے جس کے بعد اللہ کے فضل کی تلاش میں منتشر ہونے کا حکم ہے۔ زکوٰۃ سال کے بعد چند لمحوں میں ادا کی جا سکتی ہے۔ حج کے ارکان کیلئے ذوالحجہ کے چند دن مقرر ہیں۔ جن سے پہلے یا بعد حج نہیں کیا جا سکتا۔ عُمرہ یعنی حجِ صغیر اس موسم سے پہلے اور بعد سال میں کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے مگر اس کا دورانیہ مختصر ہے۔ صرف

رمضان المبارک کے ''ایام معدودات'' ہی ایسے ہیں جو پورے مہینے پر محیط ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان کو مجاہدے اور تنویر قلوب کا مہینہ کہہ کر یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کے متعلق احادیث میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ اس کے آخری عشرے میں تو حضورؐ کمر کس لیتے تھے بلکہ رمضان کے استقبال کیلئے شعبان میں مجاہدے کی تیاری شروع فرمادیتے تھے۔ حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ہم سب کا فرض ہے کہ اس مبارک روش کی تقلید کریں۔

صومِ رمضان کی بنیادی تعریف

روزے کی تعریف (Definition) لفظ ''صوم'' میں پنہاں ہے یعنی روزہ اُن کاموں سے رُکنے کا نام ہے جن کے لئے نفس کشش اور رغبت محسوس کرے۔ یہ بنیادی تعریف اتنی سادہ ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی جو اسلام کا تھوڑا بہت تعارف رکھتے ہیں' اُنہیں بھی معلوم ہے کہ روزہ طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور میاں بیوی کے مخصوص تعلقات سے رُکنے کا نام ہے۔ جس طرح ایک انڈے میں زندگی اور زندگی بخش اجزاء کو ایک مضبوط خول (shell) میں محفوظ کیا گیا ہے اسی طرح یہ دو علامات روزے کی رُوح کی حفاظت کیلئے ایک بیرونی خول کا حکم رکھتی ہیں ورنہ روزہ اپنی وسیع تر حدود و قیود کے لحاظ سے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ روزے کا حکم ہر صحتمند، بالغ و عاقل مُقیم مسلمان کیلئے ہے۔ ایک عام صحرائی بدُّو سے لے کر انتہائی ذہین وفہیم، حسّاس اور اعلیٰ تعلیم یافتہ عبقری انسان بھی اس حکم کے تابع ہے۔ اور اس کی وسعت اور عظمت علیٰ قدر مراتب کھلتی جاتی ہے۔ روزہ ایک عظیم الشان اخلاقی نظم وضبط کا روحانی پروگرام ہے اور اپنے مقاصد اور اثرات کے لحاظ سے معاشرتی امن فلاح اور سکینت کا سامان فراہم کرتا ہے۔

روزے کے دُوررَس تقاضوں کا اندازہ اُن فوائد سے لگایا جا سکتا ہے جو قرآن مجید میں صومِ رمضان کے حوالے سے بیان کئے گئے ہیں۔ حصولِ تقویٰ (البقرۃ: 184)، مدارجِ علم ویقین (البقرۃ: 185)، تشکر و امتنان اور تحدیثِ نعمت (البقرۃ: 186) قبولیتِ دُعا کے ذریعے عرفانِ خداوندی اور رُشد و ہدایت (البقرۃ: 187)۔ یہ مقاصد اور مراتب صرف بھوک پیاس برداشت کرنے سے حاصل نہیں کئے جا سکتے۔ بہت سے سیاسی کارکن اور مزدور اپنے دنیاوی مطالبات اور مقاصد کے لئے ''بھوک ہڑتال'' کرتے ہیں مگر اس قسم کی بھوک ہڑتال سے وہ روحانیت، قربِ الٰہی اور روزے کی دوسری برکات سے محروم رہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بھوک اور پیاس کے علاوہ بھی بعض اور اقدامات اس نظم وضبط میں لازماً شامل ہونے چاہئیں۔

یہ پہلو بھی قابلِ غور ہے کہ صیام رمضان کی فرضیت کی آیات سے قبل' قرآن کریم میں انسان کے قتلِ ناحق کے قصاص' اور موت سے ہمکنار ہونے والے مریض کو رشتہ داروں کے حق میں اپنے اموال و املاک کے بارے میں وصیت کرنے کے احکام دیئے گئے ہیں۔ (البقرۃ: 179-183) اور روزوں سے متعلق ہدایات کے معًا بعد وارد ہونے والی آیت میں دوسروں کے اموال کو ناجائز طریقے پر ہڑپ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس نیت سے حُکّام سے غلط فیصلے کروانے کی مذمّت کی گئی ہے (البقرۃ: 189)۔ بالفاظِ دیگر فرضیت رمضان کے احکام کو حکمتِ الٰہیہ نے حقوق العباد کی آیات کے درمیان رکھا ہے۔ یہ ایک بڑا واضح پیغام ہے۔ حقوقِ انسانی کے احترام کا صومِ رمضان سے ایک گہرا اَخلاقی رشتہ صاف نظر آتا ہے　ع

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست

صومِ رمضان کی وسیع تر حدود و قیود

صومِ رمضان کی بُنیادی تعریف پر گفتگو کرنے کے بعد یہ سمجھنا ضروری ہے کہ روزے میں اور بھی بہت کچھ شامل ہے۔ اُخروی احتساب کے حوالے سے اسلامی لٹریچر میں اُمّتِ مُسلمہ اور انسان کے حق میں یا اس کے خلاف کئی گواہوں اور شہادتوں کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم کی شہادت، حضرت نبی کریم ﷺ کی شہادت، روزے کی شہادت، اپنے ہی حواس واعضاء، بلکہ ہاتھ پاؤں کی شہادت۔ (سورہ یٰسین :66) کتنی پتلی حالت ہے حضرتِ انسان کی۔ بلکہ اس آیت میں تو یہ بھی موجود ہے کہ مُنہ پر مُہر کردی جائے گی اور انسان یہ واویلا بھی نہیں کر سکے گا　ع

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

مزید برآں قرآن کریم کے علاوہ احادیثِ مبارکہ میں آنکھ، زبان، کان، منہ، ہاتھ، پاؤں وغیرہ کے بارے میں بہت سے ارشادات ملتے ہیں

بلکہ ان حواس اور اعضاء پر حالتِ صوم وارد کرنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ قرآن و حدیث کے یہ مقامات' نکاتِ معرفت کی کانیں ہیں۔ اُن کے مُطالعہ سے روزے کی وسیع تر حدود و قیود کی تعیین میں مدد ملتی ہے۔ آنکھ، زبان، کان اور ہاتھ پاؤں کے روزے کے تصوّر سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ روزہ صرف معدے اور صنفی اعضاء کا روزہ نہیں، اس میں حسّیات، قویٰ اور اعضاء کا روزہ بھی شامل ہے۔ رمضان المبارک میں' حدیث کے حوالے سے 'دوزخ کے دروازوں کے مقفل کئے جانے کا اشارہ کر چکا ہوں۔ یہاں اس استعارہ کی کسی قدر تشریح کی جا سکتی ہے۔ حواسِ خمسہ، ہمارے جسمانی قویٰ اور اعضاء کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان تمام طاقتوں، خواہشوں، گزرگاہوں (Channels) اور نکاسی کے راستوں (Outlets) کو احکام الٰہی کے تابع کرنے کا نام ''اسلام'' ہے۔

ہر طاقت، خواہش، جذبہ اور میلان، ضبطِ نفس کی زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ وہ جب بھی کھلتے ہیں تو رضائے الٰہی کے تابع ہو کر آزاد ہوتے ہیں۔ یہی حواس اور قویٰ جو دوزخ کے دروازے ہیں۔ رضائے الٰہی کے تابع ہو کر جنت کے دروازے بن جاتے ہیں۔ شیاطین انہی چور دروازوں سے گھس کر ہمارے خُون میں گردش کرتے ہیں۔ اس طرح ان کا پابہ زنجیر ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ اس عمل کو ''رمضان کے داخل ہونے'' سے مشروط کیا گیا ہے یعنی رمضان کے تقاضے پورا کرنے سے (صحیح مسلم)۔ اگر رمضان آتا ہے مگر ہم میں داخل ہونے کی بجائے ہمارے دائیں بائیں آگے یا پیچھے سے گزر جاتا ہے تو اس میں رمضان کا قصور نہیں۔ اس کی برکات سے محروم ہو کر، بدقسمتی سے، ہم خود گھاٹے میں رہتے ہیں! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان حواس اور اعضاء کے ''روزے'' کا ذکر کر دیا جائے۔

آنکھ کا روزہ

یوں تو ہمارے حواس سے متعلق تمام اعضاء کا نظامِ اعصاب اور دماغ سے گہرا تعلق ہے۔ مگر جس طرح آنکھیں Optic Nerve (بصری عصبہ) کے ذریعے دماغ سے جُڑی ہوئی ہیں' زبان، کان، ناک اور جلد وغیرہ اتنے بڑے عصبے (Nerve) سے براہِ راست دماغ سے پیوست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنکھ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ کبائر اور صغائر سب گناہوں کے لئے مشتعل اور متحرک کرنے میں آنکھ کا کردار سب سے زیادہ ہے۔ آنکھ کے روزے میں سب سے پہلے غضِ بصر کا حکم دیا گیا ہے (سورة النور: 32,31) بدنظری دونوں سے سرزد ہو سکتی ہے مگر آیات کی ترتیب میں پہلے یہ حکم مَردوں کو سنایا گیا ہے کیونکہ اس معاملے میں وہ زیادہ بے باک ہوتے ہیں اور انہیں اس کے مواقع بھی زیادہ ملتے ہیں۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے بھی بدنظری کو آنکھوں کا زنا قرار دیا ہے۔ انجیل میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اسی سے ملتا جلتا قول درج ہے۔ (متی باب 5 آیات 29.28)۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے اہل ایمان کو آنکھوں کی خیانت سے بچنے کی نصیحت فرمائی ہے اس کے کئی پہلو ہیں جن پر کبھی آئندہ گفتگو کی جائے گی۔

زبان کا روزہ

زبان کے روزے کے کئی پہلو ہیں۔ جھوٹ (قول الزّور) سب سے بڑا گناہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں جھوٹ کو ''اُمّ الخبائث'' (تمام برائیوں کی ماں) اور ''اکبر الکبائر'' (بڑے گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ) قرار دیا ہے۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 33,31) قرآن مجید نے کذب بیانی کی سخت مذمّت کی ہے۔ اسی طرح جھوٹی گواہی دینے سے منع فرمایا ہے۔ کتمانِ حق یعنی سچی گواہی دینے سے ہچکچانا بھی ناپسندیدہ ہے۔ دوسروں کی کردار کُشی بھی ممنوع ہے بلکہ قذف (بے گناہ پر زنا کی تہمت) تو ایسا گناہ ہے جس کی سزا (80 کوڑے) قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔ (سورة النور:5)۔ اسی طرح سبّ و شتم (گالی گلوچ)، دل آزاری کرنا، خوشامد یعنی بے جا تعریف کرنا، غرض بے شمار گناہ ایسے ہیں جو زبان سے سرزد ہوتے ہیں اور اُن کے نتیجے میں انسان کے نیک اعمال بھی غارت ہو جاتے ہیں۔ دانا کہتے ہیں اسی لئے زبان کو 32 دانتوں کے حصار میں مقیّد کیا گیا ہے۔ جناب ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی (384 تا 456 ہجری) اپنے مجموعہ احادیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث لائے ہیں جسے پڑھ کر میں لرزہ براندام ہو جاتا ہوں۔ حدیث کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''ایک شخص نے حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک عورت اپنی نمازوں، روزوں اور صدقات وخیرات کی کثرت کی وجہ سے بڑی مشہور ہے مگر وہ اپنے ہمسایوں کو زبان سے دکھ دیتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا وہ جہنم میں جائے گی۔ اُس شخص نے عرض کیا کہ ایک اور عورت ہے وہ روزوں اور صدقات میں اتنی شہرت نہیں رکھتی مگر وہ اپنے ہمسایوں کو اپنی زبان سے اذیت نہیں دیتی۔ حضورؐ نے فرمایا وہ جنت میں جائے گی''۔

(بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح)

غیبت اور بہتان طرازی کا بھی تو زبان سے تعلق ہے۔ قرآن مجید نے غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا ہے، (سورۃالحجرات:13) ایک صحابی نے عرض کیا کہ اگر وہ عیب درحقیقت اس شخص میں موجود ہو تب بھی؟ حضورؐ نے فرمایا، ہاں یہی تو غیبت ہے۔ اگر وہ عیب موجود نہ ہو تو پھر یہ عیب شماری بہتان طرازی بن جائے گی۔ ایک حدیث میں دو عورتوں کا ذکر ملتا ہے جو روزے کی حالت میں غیبت کر رہی تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''ان دونوں نے اللہ کے حلال کے ساتھ روزہ رکھا تھا مگر اس کے حرام کے ساتھ اسے توڑ ڈالا۔''

(بحوالہ کتاب ''صوم رمضان'' تالیف عبدالرزاق نوفل، ناشر۔ الوعی العربی۔الفجالۃ' مصر۔صفحہ 44,43)

اس حدیث کے الفاظ کا مطلب واضح ہے۔ یعنی ان خواتین نے حلال غذا سے سحری کی مگر ''مردہ بھائی'' یا بہن کا گوشت کھا کر روزہ توڑ دیا! شریعتِ اسلام میں ''چُپ کے روزہ'' کا وجود نہیں۔ ممکن ہے بعض لوگ منّت کے طور پر اسے اختیار کر لیتے ہوں۔ غالبًا اس کا پس منظر بھی ضبطِ نفس ہی ہوگا۔ مگر قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں اسے مذہبی ریاضت کے طور پر ایک خاص اہمیت حاصل تھی۔ حضرت زکریاؑ نے بڑھاپے میں' حضرت یحییٰؑ کی ولادت پر ایسا ہی ''چپ کا روزہ'' رکھا ہوا تھا (سورہ مریم :11,10)۔ اسی طرح حضرت مریمؑ بھی حضرت عیسےؑ کی ولادت کے بعد ایک دن اسی کیفیت میں رہیں(سورہ مریم : 27)۔ ہمارے صوفیاء کرام کا یہ فارمولا:

''کم خوردن۔کم گفتن۔کم خفتن''

حکمت سے خالی نہیں۔

کان کا روزہ

زبان کے روزے کا' کان کے روزے سے گہرا تعلق ہے۔ اگر کوئی نیک بخت روزہ دار خود تو غیبت نہ کرے مگر دوسرے سے بڑے اشتیاق سے غیبت سنے تو اُس کے روزے کا حقیقی تقدس بھی مجروح ہو جائے گا۔ موسیقی کی بعض شکلیں رُوحِ انسانی کو مدقوق بنا دیتی ہیں۔ ان سے بچنا چاہیئے۔ ٹی بی کی طرح اس کے جراثیم بھی آہستہ آہستہ سرایت کرتے ہیں۔ جدید قسم کا لچر میوزک ویسے بھی کان پر گراں گزرتا ہے۔ ''پاپ'' ہندی میں گُناہ کو کہتے ہیں۔ پاپ میوزک کے اکثر نمونے اسم بامسمّٰی ہوتے ہیں یعنی ''اثم'' ہیں۔ اس غلاظت کی آلودگی سے رُوح کو بچانا چاہیئے۔ یہ غلاظت کانوں کے ذریعے سے داخل ہوتی ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ ایک عظیم ماہر نفسیات بھی تھے۔ حضورؐ نے خواتین کو منع فرمایا کہ وہ اپنے خاوندوں کے سامنے اپنی سہیلیوں اور دوسری مستورات کے حسن و جمال کے نقشے نہ کھینچا کریں۔ اس طرح بعض کمزور لوگ حسنِ نادیدہ پر فریفتہ ہو کر فتنہ میں پڑ جاتے ہیں اور سکینڈل جنم لیتے ہیں۔

اسلام دینِ فطرت ہے۔ ہمیں اچھی چیزوں سے نہیں روکتا۔ خوش طبعی، ظرافت اور پاکیزہ مزاح تو حضرت رسالت مآبؐ کی مجالس میں بھی ہوتا تھا۔ احادیث میں ایسے واقعات کا ذکر ملتا ہے۔ حضورؐ خود بھی محظوظ ہوتے تھے اور صحابہ کرامؓ بھی۔ مگر مزاح لطیف ہونا چاہیئے۔ بعض لطیفے بہت غلیظ ہوتے ہیں۔ لطیفہ کو ''کثیفہ'' نہیں بنانا چاہیئے۔ ایسے لطیفے مسلمان سکھوں کے نام سے بیان کرتے ہیں اور سکھ مسلمانوں کے نام سے۔ اس قسم کے لطیفوں سے اجتناب بہتر ہے۔

آیت

كُونُوا مَعَ الصَّادِقِين

میں صحبت صالحین پر زور دیا گیا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے

اچھے انسان کی مجلس کو عطر فروش کی دوستی سے مشابہ قرار دیا ہے۔ عطر نہ خرید نے کے باوجود اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔ بد انسان کی مجلس لوہار کی دکان کی طرح ہے۔ اگر چنگاریوں سے کپڑے جلنے سے بچ جائیں تب بھی دھواں تو پھیپھڑوں میں ضرور جائے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بد رفیق کی مجلس میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ بدرَفیق کے بدکلمات بھی کانوں کے ذریعے دل میں اترتے ہیں بعض تو ایسے بد ہوتے ہیں کہ اُن کے فاسد خیالات کی زہریلی لہریں دماغ میں پیوست ہوتی رہتی ہیں اور انسان کو دہریہ بنادیتی ہیں۔

ہاتھ پاؤں کا روزہ

ہاتھ پاؤں کی اہمیت اس بات سے ظاہر ہے کہ سورۃ یٰسین کی محولہ بالا آیت میں ہاتھ پاؤں کی گواہی کا نام لے کر ذکر فرمایا گیا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے مسلمان کی ایک تعریف میں زبان کے ساتھ ہاتھ کو بھی شامل فرمایا ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

(بخاری کتاب الایمان)

یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

انسان کے ہاتھ سے بہت سے ناجائز کام سرزد ہوتے ہیں۔ بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ کسی کو قتل یا زخمی کرنا، چوری کرنا، ظلم کرنا، کسی جج اور قاضی یا افسر کا جان بوجھ کر غلط فیصلہ لکھنا، باطل کی تائید میں تحریر لکھنا، دل آزاری کیلئے کارٹون اور خاکے بنانا، دہشت گردی کرنا، خودکشی کرنا، خدا اور رسولؐ کے نام پر خودکُش حملے کرنا، لین دین میں دھوکہ دہی کرنا، یہ صرف چند مثالیں ہیں۔ یہ فہرست بہت لمبی ہوسکتی ہے۔ یہی حال پاؤں کا ہے۔ انسان متحرک ہونے کیلئے پاؤں کو حرکت میں لاتا ہے۔ نیک مقصد کیلئے بھی جا سکتا ہے اور بد ارادے اور بری نیت سے بھی۔ چوری ڈاکے کیلئے جانا، کسی بری مجلس یا محفل میں جانا، کسی برے کام کی نیت سے جانا، یہ پاؤں کا بداستعمال ہے۔ غالبًا 1961 کی بات ہے جب میں لاہور میں مُقیم تھا، رمضان کے دن تھے۔ ایک طالب علم نے روزے کی طوالت کا ذکر کیا تو دوسرے نے اس کا یہ حل تجویز کیا کہ سینما جا کر مسلسل تین شو دیکھنے سے روزے کی طوالت کا احساس نہیں ہوتا۔ روزے میں اس کام کیلئے جانا کون سا بھلائی کا کام تھا؟ فلموں کے عریاں مناظر سے آنکھ کا گناہ کمایا، بے ہودہ گانے سن کر کان کا گناہ سہیڑا اور سینما کے اندر جو فرض نمازیں ضائع کیں وہ الگ۔ اس کے باوجود ان مومنوں کے روزے صحیح وسالم ہوئے! یہ اسلام میری ناقص سمجھ سے بالا تھا۔ مجھے اپنا ''خشک'' اسلام ہی اچھا لگا جس کی آخری منزل وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ استعارے کی زبان میں ہی خود مومن کے ہاتھ پاؤں بن جاتا ہے۔!

صنفی اعضاء کا روزہ

جنسی اعضاء کے روزے کا الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اُن کا روزہ تو صومِ رمضان کی بنیادی تعریف میں شامل ہے۔ مگر بعض اور زاویوں سے یہاں یہ ذکر بے جا نہ ہوگا:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى

(سورۃ بنی اسرائیل: 33)

قرآن مجید کا ایک پُر حکمت حکم ہے اس میں اہلِ ایمان کو نصیحت کی گئی ہے کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یعنی مقدماتِ زنا سے بچو۔ بدنظری، عاشقانہ گفتگو، ملبوس کی خوشبو سونگھنا، تنہائی میں ملنا، لمس اور معانقہ، بوس وکنار، یہ سب معاملات بدکاری کی راہوں کے سنگِ میل ہیں۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان مراحل کے بعد صنفی اعضاء آخری تصدیق یا تردید کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی حکمت بالغہ کا یہی تقاضا ہے کہ ان تمام مراحل سے بچنا چاہیئے۔ اس کی نوبت ہی نہیں آنی چاہیئے۔

اسلام کو اسی لئے دینِ فطرت کہا جاتا ہے کہ اس کے احکام، اعمال اور نظریات میں انسانی فطرت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں میاں بیوی کو جنسی قُرب وتعلق کی اجازت دی گئی ہے (البقرۃ: 188) مگر رمضان کے آخری عشرے میں حالتِ اعتکاف میں اس رعایت کو واپس لے کر اس جذبے کا بھی امتحان کرلیا گیا ہے (البقرۃ:188)۔ صنفی اعضاء کے حوالے سے رخصت اور امتناع کا یہ حسین امتزاج ہمیں رمضان ہی میں نظر

آتا ہے۔

قرآن وحدیث میں تجرّد و رہبانیت کو غیر فطری قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس طریق کو عیسائی اکابرین نے از خود اختیار کر لیا تھا۔ قوانین فطرت سے بغاوت کا نتیجہ ظاہر ہو کر رہا۔ حال ہی میں رومن کیتھولک چرچ کو اپنے بعض متادوں کی اخلاقی لغزشوں کے لئے متاثرین کو سینکڑوں ملین ڈالر تاوان کے طور پر ادا کرنے پڑے! فَاعْتَبِرُوْا یٰۤا اُولِی الْاَ بْصَار !!

ایک حدیث میں روزے کو ''ڈھال'' قرار دیا گیا ہے:

اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ فَلَایَرْفُثْ وَلَا یَجْھَلْ۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم)

پرانے زمانے میں سپاہی اور افسر ڈھال' تلوار، تیر اور نیزے کے زخموں کے نتیجے میں موت سے بچنے کیلئے استعمال کرتے تھے۔ روزہ، شیطانی حملوں سے بچانے کیلئے ڈھال بن کر حائل ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت رسول کریم ﷺ نے اُن نوجوانوں کیلئے جو غربت یا کسی مجبوری کی وجہ سے رشتہ ازدواج میں منسلک نہ ہو پائے، جذباتِ نفس کے شرّ سے بچنے کیلئے نفلی روزوں کا نسخہ تجویز فرمایا۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ روزہ ناجائز جنسی جذبات کی تصعید میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔

عہد حاضر میں جنسی اشتعال کیلئے، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں رسائل وجرائد، ٹاک شوز اور فلموں کے ذریعے پورنوگرافی کا ایک سیلاب آیا ہوا ہے۔ ان چیزوں پر مشتمل مواد، روزے کی روح کیلئے زہر کا حکم رکھتا ہے بلکہ روزوں کے علاوہ بھی مُضر ہے۔

صومِ رمضان کا مکمل نقشہ

یہ ہے صوم رمضان کا ایک مکمل نقشہ۔ محض رضائے الٰہی کی خاطر، ضبطِ نفس کے ذریعے، ایک مسلمان کے معدے کے علاوہ اُس کی آنکھیں، زبان، کان، ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء اور جوارح بھی اس روزے میں شامل ہوتے ہیں۔ مبارک وہ روزہ دار جسے اس انداز سے رمضان المبارک کے تمام روزے مکمل کرنے کی توفیق ملے۔ ایسے روزے دار کے تمام سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ

(ابن ماجہ، کتاب الصیام)

ایسے خوش قسمت صائم اور صائمہ کے لئے رمضان کا پہلا حصہ ''رحمت'، درمیانی حصہ ''مغفرت'' اور آخری حصّہ ''دوزخ کی آگ سے آزادی'' کی خوشخبری ثابت ہوتا ہے۔ امام محمد الغزالیؒ (1058 تا 1111) نے اپنی کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں مراتب کے لحاظ سے روزوں کی مندرجہ ذیل تین قسمیں' بیان فرمائی ہیں:

① صوم العموم: عام لوگوں کا روزہ جو اس کی بنیادی تعریف کے مطابق اس کا اہتمام کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں۔

② صوم الخصوص: خاص لوگوں کا روزہ اسے ''صوم الصالحین'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ روزے کی بنیادی شرائط کے علاوہ تمام اعضاء اور حسیّات کو ناجائز خواہشات سے بچاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر آنکھ، کان، ہاتھ پاؤں وغیرہ کا روزہ بھی رکھتے ہیں۔

③ صوم خصوص الخصوص: یہ روزے کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ یہ اخص الخواص کا روزہ ہے۔ اسے مقربین بارگاہِ الٰہی ''دل کا روزہ'' بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ ماسویٰ اللہ سے بالا ہوتے ہیں اور غیر حق کی طرف التفات بھی نہیں کرتے۔

(بحوالہ رسالۃ الصیام از ڈکتور محمد سید طنطاوی' ناشر الازہر، مصر، صفحہ 49)

اگلے جہان میں اعضاء کی گواہی

قرآن مجید کے نزول کے وقت جب حضرت نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے یوم الحساب کے مشکل مراحل کے دوران اعضاء اور جوارح کی گواہی پیش ہونے کا ذکر فرمایا تو اُس وقت افرادِ اُمّت کو ایمان بالغیب کی بدولت یہ یقین بھی حاصل ہوا۔ مگر عہدِ حاضر میں بہت سی نئی ایجادات (کیمرہ، ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ) نے ایمان بالغیب کے ساتھ ساتھ، اس عقیدہ کے ادراک واستحسان کو مزید آسان بنا دیا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی بڑی تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے۔ اس زمین کا تو ذکر ہی کیا۔ کُرّۂ ارض سے انسان

اب دوسرے سیاروں پر یلغار کر رہا ہے اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ "عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں"۔ علاج معالجہ اور تشخیص امراض میں نئی ایجادات، MRI اور DNA Sequencing وغیرہ بڑی اہم پیش رفت ہے۔ شُنید ہے کہ مستقبل قریب میں سرجری کا انداز بدل جائے گا۔ مصنوعی اعضاء کا ایک نیا دور آنے والا ہے۔ مصنوعی جگر، مصنوعی جلد وغیرہ یعنی Biosynthetic اعضاء جو مکینیکل ہونے کے ساتھ ساتھ جزوی طور پر جاندار (Living) بھی ہوں گے۔ غالبؔ نے ڈیڑھ سو سال قبل ہی یہ بات کہہ دی تھی ؎

لے آئیں گے بازار سے، جا کر دل و جاں اَور

جدید ریسرچ کے ذریعے تفتیشِ جرائم کے میدان میں بھی ٹھوس پیش رفت ہوئی ہے۔ Forensic سائنس کی مدد سے بڑے بڑے پیچیدہ جرائم حل کر کے مجرموں کو حراست میں لیا جا چکا ہے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ریسرچ نے ثابت کر دیا ہے کہ کسی سوال کے جواب میں ملزم کا زیادہ وقت لینا جھوٹ کی علامت ہوتا ہے کیونکہ اُسے اپنے دماغ کے Prefrontal Cortex سے کوئی نیا جھوٹ تراشنے کیلئے یہ وقت درکار ہوتا ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے۔ رابرٹ ونسٹن اور ڈان ولسن کی کتاب Human ناشر D.K.Publishig ایڈیشن 2004، صفحہ 481۔

اس تحقیق کی روشنی میں جھوٹ پکڑنے کیلئے ٹیسٹ تیار کر لئے گئے ہیں۔ ہمارے حواسِ خمسہ اور دوسرے اعضاء نظامِ اعصاب کے ذریعے حرام مغز اور دماغ سے جڑے ہوئے ہیں۔ اعضاء کی گواہی کا اس صداقت سے گہرا تعلق ہے۔ اگر انسان جرم کی تحقیق میں یہاں تک پہنچ سکتا ہے تو انسانی مشین اور اس کائنات کے خالق و مالک کے لئے کیا مشکل ہے؟ مزید برآں قانون بقائے مادہ (Law of Indestructibility of Matter) کی رُو سے مادہ یونہی تباہ نہیں کیا جا سکتا۔ مادہ اپنی "تباہی" کی صورت میں اسی نسبت سے توانائی (Energy) پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ موت سے جسم کے اجزاء مضمحل اور منتشر ہو سکتے ہیں۔ لیکن مرنے والے کی خاک یا راکھ، ذرّات (Atoms) کی شکل میں کہیں نہ کہیں موجود رہتی ہے۔ قادر و قیوم خدا جو نیست سے ہست پر قادر ہے، ان ذرّات یا اُن کی توانائی کو احتسابی عمل کی بنیاد بنا سکتا ہے۔

احادیث میں ایک شخص کا ذکر ملتا ہے جس نے احتساب کے خوف سے اپنے بیٹوں کو نعش جلا کر تیز آندھی کے دن منتشر کرنے کی وصیت کی تھی۔ اسے یہی خیال گزرا کہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ جائے گا۔ خالقِ حقیقی نے اس کے منتشر ذرّات جمع کر کے اسے حیاتِ نَو بخشی اور اس حرکت کی وجہ پوچھی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا میں اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے محاسبے سے لرزاں و ترساں تھا!! اللہ تعالیٰ نے اس سادہ لوح کو خشیتِ الٰہی کے صدقے میں معاف کر دیا۔ اس حدیث سے عملِ احتساب کے کئی پہلو نمایاں ہوتے ہیں!

اسلامی روزے کی عظمت

دوسرے مذاہب میں بھی روزے کی عبادت کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے مگر اسلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے روزے کا ایسا اعلیٰ تصور پیش کیا ہے جو تمام مذاہب و ادیان میں پائے جانے والے نظریات اور تصورات سے افضل و برتر ہے اور ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ یہ عبادت صرف روزہ دار ہی کیلئے مفید نہیں بلکہ اجتماعی طور پر معاشرہ بھی اس سے مستفیض ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ اس کی برکتیں افراد کی دنیاوی زندگیوں کے علاوہ ان کی حیاتِ آخرت تک ممتد ہیں۔

اگر روزہ دار کو عملاً ایمان کی حلاوت اور احتساب کا احساس و شعور بھی میسّر آ جائے تو پھر ملائکہ اس کی خوش بختی پر ناز کرتے ہیں کیونکہ رمضان ایسے شخص کے سابقہ گناہوں کو دھو ڈالتا ہے۔ البتہ ایک اور پہلو تشویشناک ہے۔ اگر روزہ دار جھوٹ، بدنظری، غیبت، سب و شتم، لڑائی جھگڑے اور بدامنی وغیرہ اخلاقی اور معاشرتی برائیوں کو روزے کی حالت میں ترک نہ کرے تو پھر اس کا روزہ صرف صبح سے شام تک کے فاقے میں ڈھل جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو اس کی اس فاقہ کشی کی طرف کوئی توجہ بھی نہیں ہوتی:

فَلَا حَاجَةَ لِلّٰہِ فِیْ اَنْ یَدَ عَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ

(ابن ماجہ کتاب الصیام)

ایک مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ بتاؤ مفلس کسے کہتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہمارے نزدیک مفلس وہ ہے جس کے

وہ ہے جس نے روزے، نماز اور زکوٰۃ کا اہتمام کیا ہو مگر ساتھ ساتھ کسی کے خلاف زبان درازی کی ہو، کسی پر تہمت لگائی ہو، کسی کا مال ناجائز طریق سے کھایا ہو، ان مظالم کے بدلے میں قیامت کے دن اس کی نیکیاں اس سے لے کر ان مظلوموں کو دے دی جائیں گی اس طرح اس کی نیکیاں ختم ہو جانے کے بعد، تبادلے میں اسے دوسروں کے گناہ اور خطائیں دے دی جائیں گی اور انجام کار اُسے دوزخ کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم باب تحریم الظلم)

(بحوالہ حقوق الانسان فی الاسلام ، تالیف، خدیجۃ النّبراوی ناشر دارالسلام قاہرہ ، ایڈیشن 2006صفحہ196)

اس مفہوم کے حامل الفاظ ترمذی، مسند احمد اور بیہقی میں بھی موجود ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو بڑی گمبھیر صورتِ احوال ہے۔ لحہ بھر کیلئے سوچئے۔ آپ کا دنیا کے محفوظ ترین بنک میں اکاؤنٹ ہے۔ آپ کی عمر بھر کی کمائی اور بچت اس بنک میں جمع ہے۔ آپ کسی اہم Transaction کے لئے وہاں گئے ہیں لیکن بنک مینیجر اعلان کرتا ہے کہ آپ تو جعلی چیک لکھنے کے عادی ہیں اور بنک فراڈ کے الزام میں گرفتار کروا کر وہاں آپ کو سرعام رسوا اور ذلیل کیا جاتا ہے۔ یہ اس حدیث کی ایک عام فہم دنیاوی تمثیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس قسم کے بدانجام سے بچائے اور صیام رمضان سمیت ہر نیکی کو تقویٰ کے ساتھ بطریقِ احسن سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

تصحیح

جولائی۔ اگست 2007 کے النور کے شمارہ میں مضمون 'حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق میرے بچپن کی کچھ یادیں' میں درج ذیل الفاظ کی تصحیح کر لیں:

- شعر کے پہلے مصرعہ میں لفظ 'چھٹے' کو 'چھپنے' پڑھا جائے
- 'امۃ الحمید' کی بجائے صحیح نام 'امۃ الحکیم' ہے
- 'صوفوں' کی بجائے لفظ 'صفوں' پڑھا جائے

ادارہ رسالہ ''النور'' قارئین سے درخواست کرتا ہے کہ مضمون بھجوانے سے قبل اگر ممکن ہو تو ٹائپ کر کے یا خوشخط لکھ کر نظرِ ثانی اور تصحیح کر لیا کریں۔ مزید یہ کہ حوالہ جات درج کرتے وقت اصل ماخذ یعنی قرآن کریم اور روحانی خزائن و دیگر کتب وغیرہ سے اصل تحریر اور صفحہ نمبر کا موازنہ کرنا بھی ضروری ہے۔ جزاک اللہ خیرا !!

(ایڈیٹر)

حدیثِ اُسوۂ اطہرؐ

ثاقب زیروی

دل کی زباں سے نعتِ پیمبرؐ سنائیں گے
ہم شب زدوں کو حرفِ منوّر سنائیں گے

دنیا کے پتھروں سے کہیں کیا حدیثِ غم
رُودادِ غم حضورؐ کے دَر پر سنائیں گے

آنکھوں کو مل گئی جو بصیرت کی روشنی
پڑھ کر کتابِ چہرۂ انور سنائیں گے

محرمیوں کے درد کو لفظوں میں ڈھال کر
موقع ملا تو ہم سرِ محشر سنائیں گے

صرف اذنِ گفتگو کا ہمیں انتظار ہے
جو کچھ گزر رہی ہے برابر سنائیں گے

یہ سانحاتِ غم یہ حکایاتِ خُوں چکاں
ہنس کر سنائیں گے کبھی رو کر سنائیں گے

محبوبِ کبریاءؐ کے پسینے کے نام پر
افسانۂ حیاتِ معطر سنائیں گے

سینے میں موجزن ہے حقیقت کی آبجو
قطرے کو داستانِ سمندر سنائیں گے

اُترے ہیں آسماں سے ملائک بصد ادب
ثاقبؔ حدیثِ اُسوۂ اطہرؐ سنائیں گے

ربوہ میں رمضان المبارک کے رُوح پرور نظارے

امتہ اللطیف ، آسٹن ٹیکساس

ع عرفان کی بارش ہوتی ہے دریا کے کنارے ربوہ میں

ربوہ بظاہر لوگوں کیلئے ذات قرار و معین کا لفظی مصداق نہ ہو لیکن روحانی عرفان کے چشمے یہاں سے ضرور پھوٹے ہیں اور ہمیشہ پھوٹتے رہیں گے، انشاء اللہ۔ یوں تو ربوہ میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جس میں اہالیانِ ربوہ نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش نہ کرتے ہوں لیکن رمضان المبارک ایک خاص الخاص ماہ ہے جس میں فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ کے حیرت انگیز نمونے نظر آتے ہیں۔ شاید ربوہ کو آباد کرنے والے اسلام کے متوالے (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) نے چاروں کونوں پر بکروں کو صدقہ کے طور پر ذبح کرتے وقت یہ صدق دل سے خدا سے دعا کی تھی کہ اَے اللہ! اس زمین کا ذرّہ ذرّہ سرِ طُور بن کر چمکے اور یہاں سے عرفان کے وہ سوتے پھوٹیں جو تمام دنیا کی پیاسی روحوں کو سیراب کر دیں۔ اور یہاں پر آباد ہونے والے غریب الوطن تقویٰ، طہارت کا وہ نمونہ بن جائیں جو لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ کے مصداق ہوں۔

آج ہم امریکہ میں آباد ہیں لیکن عبادت اور روز مرہ زندگی کے معاملات میں اُٹھتے بیٹھتے ربوہ میں گزرے لحات یاد آتے ہیں اور تصور کی آنکھ سے یادِ ماضی (تقریباً 50 برس قبل کا زمانہ) کے پردے پر اکثر وہ روح پرور نظارے دیکھ دیکھ کر اپنی تسکین کرتے رہتے ہیں۔ ربوہ میں عام حالات میں مسجدیں جو وہاں کے تقریباً ہر محلہ میں ہیں، سارا سال نمازیوں سے پانچوں وقت آباد ہوتی تھیں۔ بچے بوڑھے جوان اذان سنتے ہی بھاگم بھاگ حلقہ کی مسجد جا پہنچتے تھے۔ دھوپ ہو یا سردی کوئی موسم کی سختی آڑے نہ آتی حتّٰی کہ ہمارے حلقہ کی مسجد کے امام الصلوٰۃ محترم حافظ محمد رمضان صاحب نابینا تھے ان کو پانچوں وقت نماز پڑھانے کیلئے جاتے دیکھا کرتے تھے۔ دوران سال اجتماعات، جلسہ سالانہ تربیتی اجلاس کے علاوہ بہت سے تربیتی اجتماعات ہوتے کیونکہ ربوہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ ان اجتماعات میں پورے ملک سے آ کر لوگ شامل ہوتے اور عرفان و معرفت سے فیضیاب ہوتے۔ ربوہ خلیفۂ وقت کا مسکن اور جماعت کی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ ان سب میں بابرکت اور نا قابلِ فراموش مہینہ رمضان المبارک کا تھا۔ سبھی کو اس کا بے صبری سے انتظار ہوتا۔ ربوہ میں اس کے ایمان افروز نظارے دن رات دیکھنے کو ملتے۔ رمضان المبارک قمری سال کے حساب سے نواں مہینہ ہوتا ہے اسلامی عبادات میں بہت اہم رکن رمضان المبارک کے روزے رکھنا ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ O

(البقرۃ: 184)

اس آیت میں روزوں کا مقصد تقویٰ کا حصول بیان ہوا ہے جو ہر نیکی کی جڑ ہے۔ ربوہ میں سید الشھور ایک انوکھا جوش و خروش لے کر آتا۔ کئی روز قبل ہی اس کی تیاریاں شروع ہو جاتیں۔ سکولوں اور کالجوں میں پڑھائی کے اوقات کم کر دیئے جاتے تھے تا کہ تمام بچیاں خواتین و حضرات مسجد مبارک میں جا کر درس قرآن شریف سن سکیں اور ظہر و عصر کی نمازیں ادا کر سکیں۔ اسی طرح دیگر اداروں میں بھی کام کا وقت کم کر دیا جاتا تا کہ ان مجالس سے کوئی محروم نہ رہے۔ سب کے دلوں میں اس ماہ کو نہایت احترام کے ساتھ گزارنے کا ولولہ ہوتا کیونکہ اس کا اصل مقصد تو خدا کے حکم کی تعمیل کر کے اس کی رضا کو حاصل کرنا تھا۔

قادیان سے ہجرت کے بعد تعلیم الاسلام کالج پہلے لاہور اور پھر ربوہ

منتقل ہو گیا۔ اور ہم اس دوران نانا جان (محترم ملک فضل احمد صاحب) کے پاس بھیرہ میں رہا کرتے تھے اور ابا جان مرحوم (پروفیسر میاں عطاء الرحمن صاحب) بھی لاہور سے ربوہ آگئے اور اس طرح ہمیں بھی ربوہ میں رہائش پذیر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہم ربوہ آنے سے قبل گورنمنٹ گرلز سکول بھیرہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے جب ہم ربوہ آئے تو مجھے یاد ہے کہ یہاں سکول میں عام پڑھائی کے ساتھ ساتھ ایک پیریڈ قرآن کریم ناظرہ و ترجمہ سیکھنے کا بھی تھا۔ رمضان کے قریب دنوں میں جب روزوں کی فرضیت کے بارے میں پڑھتے تو اور زیادہ اس کی اہمیت کا احساس ہوتا۔ ویسے تو رمضان اور اس سے متعلقہ دعائیں ہم عموماً اپنے والدین اور خاندان کے بزرگوں سے سیکھتے ہیں لیکن اس پر اگر سکول میں بھی احمدی مشفق ٹیچرز مل جائیں تو سونے پر سہاگہ والی بات ہے۔ ہم اس لحاظ سے خوش قسمت تھے کہ ہمارا اسکول حقیقی اسلام یعنی احمدیت کا تاثر لئے ہوئے تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ہم نے یہ ساری دعائیں، روزہ کی نیت، روزہ کھولنے کی دعا، چاند دیکھنے کی دعا سب سکول میں اپنی سہیلیوں کے سنگ اپنی ٹیچرز سے سیکھی تھیں جو آج تک یاد ہیں، روزہ رکھنے کی عمر و آداب، رمضان کے معانی و مقاصد بھی اس وقت کے سیکھے ہوئے ہیں جن کا سلسلہ کی کتب اور MTA کی برکت سے ہر سال اعادہ ہوتا رہتا ہے، الحمدللہ۔ وہ چند باتیں جو اس عمر میں گھر اور سکول میں سکھائی گئیں اور ان درس القرآن سے سیکھیں وہ یہ ہیں، مثلاً

رمضان، رمض سے نکلا ہے جس کا مطلب تپش ہے یعنی روزے کا مطلب ہے کہ انسان کا اندر گرمی اور پیاس سے تپ گیا گو رمضان کے روزے رکھنے سے دل میں گرمی اور تپش پیدا ہوتی ہے جو نفسِ امّارہ کو جلا کر نیکیوں کی طرف راغب کر دیتی ہے۔ درحقیقت اس ماہ میں روزے رکھنے سے اپنی اصلاح ہوتی ہے، قوتِ برداشت پیدا ہوتی ہے اور انسان خدا سے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ روزہ دار کا مقصد برائیوں کو چھوڑ نا نیکیوں کو اپنانا، غریبوں مسکینوں کا خیال رکھنا، عبادات میں زیادہ جدوجہد کرنا، جائز چیزوں کو بھی اللہ کی رضا کے لئے چھوڑ دینا ہے۔

اپنی تعلیم کے ابتدائی سال گورنمنٹ گرلز سکول میں گزارے تھے۔ جب ربوہ کے سکول میں رمضان المبارک کے بارے میں سیکھنے کا موقعہ ملا تو ایک خیال ذہن میں آیا کہ جب میں دس گیارہ سال کی تھی اور گورنمنٹ سکول میں غیر احمدی طالبات کے ساتھ پڑھتی تھی تو اس وقت غیر احمدی طالبات اس عمر میں روزے رکھا کرتی تھیں اور ہمیں روزہ نہ رکھنے پر طعنے دیا کرتی تھیں کہ مرزائی تو اپنے بچوں سے روزے نہیں رکھواتے جبکہ ہمارے والدین ہمیں اس عمر میں حتی الوسع روزے رکھنے سے روکتے تھے تو اس کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ اس عمر میں بچے روزے کے آداب سے واقف نہیں ہوتے اور ان کی صحت پر برا اثر پڑنے کا امکان بھی ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک دن ہماری ٹیچر ہمیں روزے کی عمر کے بارے میں بتا رہی تھیں اور مجھے اس دوران اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آنے لگا کہ ایک دن میں نے بڑی منت کر کے امی جان سے روزہ رکھنے کی اجازت لی انہوں نے فجر سے پہلے سحری کھلا کر نیت کی دعا پڑھوائی اور شام تک کچھ کھانے پینے سے منع کر دیا (میں نے بھی شاید اپنی کلاس کی لڑکیوں کو بتانے کیلئے روزہ رکھا تھا)۔ دوپہر تک سخت پیاس لگنے لگی کیونکہ جون کے لمبے گرم دن تھے۔ امی نے نماز کیلئے تیاری کرنے کو کہا کہ جاؤ غسل کر کے آؤ ذرا گرمی دور ہو جائے گی۔ غسل کے دوران ٹھنڈا ٹھنڈا پانی بہت اچھا لگا۔ غسل کر کے وضو کرنے کے دوران میں نادانستہ تین چار گھونٹ پانی پیئے بغیر نہ رہ سکی۔ باہر نکلی تو امی میرا ترو تازہ چہرہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ بہت Fresh لگ رہی ہو۔ انکو کیا معلوم کہ یہ Freshness تو پانی پینے کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بچپن کی غلطیاں معاف فرمائے، استغفراللہ۔ شام کو روزہ کھولا گیا، امی جان نے بڑی خوشی سے تعریف کے ساتھ روزہ کھلوایا تو مجھے بتانا پڑا کہ میں نے دورانِ روزہ ہی پانی پی لیا تھا۔ اس بات پر بہت ڈانٹ پڑی کہ میں نے روزے کو مذاق بنا لیا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بچوں پر روزے فرض نہیں کئے اور ایک عمر مقرر ہے۔ ٹیچر کی آواز سن کر میرا تصور ٹوٹا تو ایک بار اور افسوس ہوا کہ زبردستی چھوٹی عمر میں روزہ کیوں رکھا تھا۔ اس واقعہ کے بیان کرنے سے مقصد بھی یہی ہے کہ زبردستی عبادت کر کے اور ضد بازی سے دکھاوے کی خاطر عبادت کر کے خدا کو راضی کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے بلکہ عبادت کے اسرار و رموز کو سمجھنا چاہیئے۔

ہمارے بچوں نے ربوہ کا وہ خالص مذہبی ماحول نہیں دیکھا جہاں ہمسائے، سہیلیاں، تقریباً تمام عزیز و اقارب اور سکول کے اساتذہ بھی ایک ہی رنگ 'احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے لیکن اپنی یاد

داشت سے یہ نظارے ہم انہیں بھی دکھا سکتے ہیں۔اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے،آمین۔

بات ہو رہی تھی ربوہ کے رمضان المبارک کی۔اس خاص قسم کی رونق کی جو اور کسی شہر، ملک میں نہیں ملتی۔شام وسحر کی وہ گہما گہمی،سحر وافطار کے ایمان افروز اوقات۔ ہوٹل اور ریستوران تک رمضان کے احترام میں دن کے دوران بند رہتے تھے۔بزرگوں کا تہجد کے وقت نفل پڑھنا، نمازیوں کی آنسوؤں سے تر سجدہ گاہیں۔مقامی مساجد سے "سحری کا وقت ختم ہونے میں اتنے منٹ باقی ہیں" کے اعلانات۔خدا نما اور عبادت گزاروں کو خدا کے فضل سے خود بخود ہی جاگ آجاتی ہے لیکن عموماً لوگوں کو میٹھی نیند سے جگانے کیلئے ایک بہت ہی سادا سا انتظام جماعت کی طرف سے تھا یا شاید محلے کے بچوں نے خود ہی اپنے سر لے لیا ہوا تھا۔وہ اس زور سے بوقتِ سحری گلی میں ڈبے پیٹتے تھے (پیپے کھڑکاتے تھے) کہ گھر کے اندر سوئے ہوئے افراد اٹھ جاتے تھے اور کم از کم سحری اور تہجد کی برکت سے فیضیاب ضرور ہوتے تھے۔یہ ڈبے پیٹنے کے ساتھ ساتھ ایک ٹولی کی صورت میں اطفال اور خدّام:

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

والی نعت کے اشعار بآوازِ بلند وخوش الحانی سے باری باری پڑھتے ۔مزے کی بات یہ تھی کہ اس میں بہت چھوٹے بچوں کی آواز بھی شامل ہوتی تھی جس میں نیند کا احساس نہیں بلکہ ایک دوسرے سے بلند تر آواز سے پڑھنے کا ولولہ غالب ہوتا تھا۔کیا آج کل کے الارم کی منظم سریلی گھنٹیاں ان الاپوں کا مقابلہ کر سکتی ہیں جو ان معصوم اَور نیک بچوں کی اس سادا سی لے میں تھی۔اسی طرح یہ بچے گلیوں میں سے گزرتے گزرتے اور نعتیں پڑھتے پڑھتے مسجد تک پہنچ جاتے تھے۔ خواتین بھی اپنے گھر کے مردوں کے ہمراہ یا اس رونق میں بے خوفی کے ساتھ اندھیرے میں اکیلے ہی مسجد کو تیزی سے جاتی ہوئی نظر آتیں۔ ایسے لگتا تھا جیسے پوری فضا اور ملائکہ تک ان نعتوں کو سننے اور خدا کے بندوں کی عبادت میں مصروفیات کو دیکھنے میں مگن ہیں۔نماز اور درس القرآن کے بعد جب ابھی کچھ کچھ صبح صادق کے آثار باقی ہوتے تو لوگ مسجدوں سے نکل کر بہشتی مقبرہ کو چل پڑتے تا کہ اپنے بچھڑے ہوئے عزیزوں کو بھی اس بابرکت مہینے میں سلام ودعا کریں اور زیادہ سے زیادہ حقوق العباد ادا کر کے رضائے الٰہی حاصل کریں۔ایسا امن اور ایسا وقار اَور باقاعدگی آج مغرب کے ملکوں میں نایاب ہے۔اس میں شک نہیں کہ جہاں احمدی گھرانوں کی ایک ہی جگہ پر کثرت ہے اور امن ہے وہاں کسی حد تک ایسے نظاروں کی یاد تازہ کی جا سکتی ہے۔لیکن جہاں احمدی گھرانے اور مسجد دُور دُور ہے' اپنے گھر کے اندر عبادت کر کے اور پرانی یادوں سے راتوں کو زندہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہماری ادنیٰ کاوشوں کو قبول فرمائے، آمین اور خالص مذہبی ماحول عطا فرمائے اور ہمیں اس بات کی توفیق بخشے کہ ہم جہاں بھی رہیں اپنے اردگرد کے ماحول کو اپنے خلوص سے مہکا سکیں، آمین۔

مسجد سے واپس آتے تو پھر قرآن شریف پڑھنے بیٹھ جاتے اور قرآن شریف کا دَور مکمل کرنے کے شوق میں جتنا ممکن ہوتا دن بھر میں تلاوت ہوتی، ذہن میں یہی ہوتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رمضان کا مہینہ ختم ہو جائے اور قرآن پاک کا ایک بھی دور مکمل نہ ہو سکے۔یہی حال ہر گھر کا تھا۔اس کے بعد سکول وکالج جانے کا وقت ہو جاتا۔

سکول میں بھی اسلامیات اور قرآن شریف کے پیریڈز میں رمضان کی باتیں ہوتیں۔اس ماہ میں جنت کے دروازے وا کر دیئے جاتے ہیں، شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں اور یہی خیال غالب رہتا کہ روزہ ہے اور کوئی غلطی نہیں کرنی اور یوں محسوس ہوتا کہ پورے ماحول میں ایک عظیم روحانی تجربہ ہو رہا ہے اور ہماری خوش قسمتی اور اعزاز ہے کہ ہم اس کا ایک حصہ ہیں۔

سکول اَور کالج سے جلدی فارغ ہو کر ہم مسجد مبارک جا پہنچتے۔ جماعت کے جید عالم درس القرآن کا فریضہ سرانجام دیتے تھے اور آیات کی تشریح میں بڑی بڑی کتابوں کے مؤثر حوالے سننے کو ملتے جو عام حالات میں ہمیں دستیاب نہیں ہوتی تھیں، گویا علم وعرفان کے خزینے سارا دن ہی بٹتے تھے۔ مجھے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ محترم مولانا جلال الدین شمس صاحب اور کئی حضرات سے قرآن کریم کا درس سننے کا موقعہ ملا، الحمدللہ۔مسجد جاتے ہوئے ہم دیکھتے کہ ہر راستے ہر سڑک پر بچے بوڑھے جوان کیا مرد اور کیا خواتین گرمی وسردی کی پرواہ کئے بغیر پیدل ہی مسجد پہنچ جانے کی دھن میں ہوتے۔ظہر کی نماز ہوتی پھر درس قرآن کریم

شروع ہوتا جس میں خاص طور پر روزے سے متعلقہ آیات اور اخلاقی تعلیمات پر درس ہوتا تھا مثلاً

اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ روزے رکھو روزہ رکھنا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ روزہ کی روح یہ ہے کہ:

مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ۔

(بخاری)

یعنی جو شخص جھوٹ بولنے اور اس پر عمل کرنے سے اجتناب نہ کرے اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

یعنی ایسا روزہ رکھنا بیکار ہے جس میں جھوٹ وغیرہ کے علاوہ اور برائیوں کو ترک نہ کیا جائے۔ سب برائیوں کو ترک کر کے صرف نیکی کے ساتھ روزہ رکھے۔ درس کے دوران ہمیں باریک در باریک نقطے تفصیل کے ساتھ سمجھنے کا موقعہ ملتا۔ درس کے دوران ہمیں پتہ چلا کہ دنیا کے مختلف ممالک میں روزہ کے سحر و افطار کے اوقات مختلف ہوتے ہیں اور جب گھڑیاں نہیں ہوتی تھیں تو لوگ کیسے وقت کا اندازہ کرتے تھے؟

آپؐ نے فرمایا کہ دو شخص بہت بدقسمت ہوتے ہیں ایک وہ جس نے ماں باپ کو پایا اور پھر ان کی خدمت نہ کی اور جنت میں نہ جا سکا دوسرا وہ شخص جس نے رمضان کو پایا اسکی قدر نہ کی یعنی روزے نہ رکھے اور اسکے گناہ نہ بخشے گئے۔ انسان کے ہر عمل کی جزاء ہے کسی کی دس گنا، کسی کی ستائیس گنا، کسی کی سو گنا، لیکن روزے کی جزا سب سے اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں روزے کی جزا خود ہوں۔ یعنی روزہ دار کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف نصیب ہوتا ہے۔

یہ سب باتیں اتنے مؤثر دلائل کے ساتھ بتائی جاتیں کہ وہ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی آج تک یاد ہیں۔ یہ درس القرآن اس قدر دلچسپ ہوتے تھے کہ سب دل جمعی سے سنتے۔ اس کے بعد عصر کی نماز ہوتی اور پھر ہم بھاگم بھاگ گھروں کو پہنچتے۔ داخل ہوتے ہی پکوڑوں کی خوشبو استقبال کرتی اور بعض اوقات گھر پہنچنے پر اس کا اہتمام کرتے۔ سکنجبین، شربت، پکوڑے وغیرہ تقریباً ہر گھر میں بن رہے ہوتے تھے اور اکثر ہمسایوں کے ساتھ ان پکوان کا تبادلہ بھی ہوتا۔ لوگ اس ماہ میں کم از کم ایک بار گھر میں یا پھر دیگ پکوا کر زردہ اور پلاؤ اور مختلف کھانے پورے محلے میں روزہ کھلوانے کی غرض سے بانٹتے یا مسجد میں لے جاتے۔ اسی طرح بعض اوقات درس کے اختتام پر محلوں میں مٹھائی خاکی لفافوں میں بانٹی جاتی تھی جسے روزہ کھولتے وقت استعمال کیا جاتا۔ روزہ کھولتے وقت کا سرور لفظوں میں بیان کرنا ناممکن ہے وہ احساس اُسی وقت سب سے زیادہ ہوتا ہے جب ایک روزہ دار روزہ کھول رہا ہوتا ہے۔

دوران رمضان کھانے اس لئے بھی بانٹے جاتے تھے کہ جو لوگ روزہ نہ رکھ سکے ہوں وہ کم از کم دوسروں کا روزہ کھلوا کر ہی روزہ کا ثواب لے سکیں یعنی ہر نیکی جس میں اگر بظاہر دوسروں کا فائدہ نظر آتا ہو رمضان میں خود اپنے لئے اس سے بھی بڑھ کر نیکی بن جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی مذکور ہے کہ وہ لوگ جو روزہ رکھنے کی طاقت بھی رکھتے ہوں اور آسودہ حال ہوں تو روزہ رکھ کر بھی اگر ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں تو اور زیادہ ثواب ملے گا۔

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ والی آیت دورانِ سال بوقتِ تلاوت رمضان کے مہینے کے علاوہ بھی پڑھی جاتی ہے لیکن اس کے جو اصل معنی یا اس حکم کی عملی تفسیر جو رمضان میں سمجھ میں آتی ہے وہ کسی اور وقت اتنا اثر نہیں کرتی۔ تاریخ اسلام میں بھی پڑھا تھا کہ اس ماہ آپ ﷺ پر قرآن کریم نازل ہونا شروع ہؤا تھا لیکن ان آیات کے درس کے دوران محسوس ہوتا تھا جیسے ہم چشمِ تصور سے اس نظارہ کو دیکھ سکتے ہوں جب حضرت جبرئیل اللہ تعالیٰ کی یہ گراں قدر نعمت لے کر آنحضور ﷺ کی خدمت میں آتے ہوں گے۔ بے شمار درود و سلام ہو محمد عربیؐ پر جن پر خدا کی یہ نعمت اتری اور جو اپنی امت تک یہ نعمت پہنچانے کا وسیلہ بنے۔

ربوہ کے باسی گو روزانہ نمازوں کو پابندی سے مسجدوں میں ادا کرتے تھے لیکن جمعہ کے دن کا سماں ہی کچھ اور ہوتا تھا۔ مرد و زن، پیر و جواں آنکھوں میں ایک خاص چمک لئے اجلے ملبوسات پہنے غضِ بصر اور پردہ کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے مسجد مبارک (ان دنوں جمعہ کی نماز مسجد مبارک میں ادا کی جاتی تھی) کو جاتے نظر آتے۔ مسجد بھر جاتی تو باہر صفیں ترتیب دی جاتیں۔ سخت دھوپ ہو یا بارش علم و عرفان کے متلاشی ہمہ تن گوش ہو کر پہلے خطبہ جمعہ اور پھر درس قرآن کریم سنتے۔ ان دنوں نمازِ جمعہ مولانا جلال الدین شمس صاحب پڑھایا کرتے تھے۔ اور ہم نے تو ان کی آواز میں سورۃ الاعلیٰ اور

سورۃ الغاشیہ سُن سُن کر ہی یاد کر لی تھیں۔ ہر جمعہ کو رمضان کے دنوں میں گیارہ بجے ہی مسجد میں جا بیٹھتے۔ کچھ لوگ نفل ادا کر رہے ہوتے، کچھ قرآن کریم کا دَور کرتے نظر آتے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بھی ریا کاری کیلئے عبادت نہیں کر رہا بلکہ ایک جلدی ہے کہ رمضان کی محدود ساعتوں میں جتنا فائدہ اٹھا سکیں اٹھا لیں۔

روزے شروع ہونے کا انتظار لمبا ہوتا تھا لیکن اس کے بعد یوں محسوس ہوتا تیزی سے گزرتے جا رہے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ہماری امی جان پہلے عشرہ میں جو رحمت کا عشرہ کہلاتا ہے، خصوصیت سے کسی کو کھانا صبح و شام بھجوایا کرتیں، خیرات اور صدقات بہت کیا کرتیں (اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین) اب معلوم ہؤا کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ادا کرنے سے رحمت الٰہی نصیب ہوتی ہے۔ دوسرے عشرے میں کثرت سے یاد دہانی کرواتی رہتی تھیں کہ یہ مغفرت کا مہینہ ہے۔ ہمارے ابا جان تو ان دنوں بہت کم سوتے تھے۔ رات کو بالجہر تہجد، دعائیں اور استغفار کرنے کی انہیں عادت تھی۔ کبھی گریہ وزاری کبھی آہ و بُکا۔ خدا سے مانگنے کے بھی کئی طریقے ہیں۔ ہم بھی اٹھ بیٹھتے اور حسبِ توفیق عبادت کرتے گو ہمارا وہ معیار کہاں جو ہمارے بزرگوں کا تھا لیکن اگر اللہ قبولیت کی نظر ڈال دے تو الحمد للہ علےٰ ذٰلک۔ تیسرے عشرے یعنی جہنم سے نجات کے عشرے میں بھی اعتکاف کے اہتمام ہوتے۔ سکول اور کالج وغیرہ میں بھی ہم سہیلیاں اپنے اپنے گھروں میں جو لوگ اعتکاف پر بیٹھے ہوتے ان کے معمولات کی باتیں کرتیں۔ اگر نیک خواب نصیب ہوتے وہ ایک دوسرے کو سناتی تھیں۔ ہم نے بھی معتکفین کو مسجد مبارک میں عبادت میں مشغول شب و روز گزارتے دیکھا ہے۔ سفید چادروں کی علیحدہ علیحدہ چاردیواریاں، انقطاع الی اللہ کی تصویریں مسجد میں ہر سُو نظر آتیں۔ معتکفین کو دیکھ کر رشک آتا۔ وہاں کے یہ عارضی مکین تسبیحات کرتے ہوئے، سجدوں میں گرے ہوئے اور تلاوتِ قرآن کرتے نظر آتے۔ دن کو درس کے وقت یہ چادریں اٹھا دی جاتیں اور اس کے بعد یہ چھوٹے چھوٹے گھروندے نظر آنے لگتے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر اور قرآن کے درس سن کر ہمیں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کے معتکفین اور ان سے متعلقہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور پھر رسول پاک ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے اعتکاف یعنی ان کا اعتکاف کیسا ہوتا تھا کے بارے میں معلومات ہوئیں۔

لیلۃ القدر جیسی عظیم الشان رات کے بارہ میں جاننا ایک مشکل کام ہے اور عرفان سے ہی یہ علم ملتا ہے۔ اس کے بارے میں بہت کچھ سننے کے بعد یہی سمجھ میں آتا تھا کہ زمین و آسمان میں روشنی پھیل جاتی ہے اور جو دعا مانگو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ دعاؤں کی قبولیت کا ایک بار مجھے بھی خدا کے فضل سے تجربہ ہؤا۔ میں ہائی سکول میں تھی امتحانات ہو چکے تھے اور ستائیسویں رمضان کی رات میں نے اپنی کلاس میں فرسٹ آنے کی دعا کی اور رات کو جاگ کر نجانے کتنے گھنٹے

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

پڑھتی رہی۔ جب رزلٹ آیا تو میں فرسٹ کلاس میں اوّل آئی، الحمد للہ۔

اس ضمن میں ایک دلچسپ بات یاد آ گئی جو اپنے اندر در اصل ایک گہری حکمت رکھتی ہے۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ ہمارے ساتھ کچھ غیر احمدی لڑکیاں بھی پڑھتی تھیں۔ ان کی اور ہماری عبادات کے طریق تو مسلمان ہونے کے ناتے مشترک ہیں لیکن اعتقادات میں بہت فرق ہے۔ اسی طرح ایک بار غالباً 26 رمضان کا دن تھا اور ہم سب سہیلیوں نے آپس میں ذکر کیا کہ ہم رات بھر جاگ کر عبادت کریں گی۔ اس غیر احمدی سہیلی نے کہا کہ میں بھی ایک دعا مانگوں گی اور پھر صبح اس کے بارے میں بتاؤں گی۔ اگلے دن وہ کافی پریشان کالج آئی اور کہا کہ میں رات بھر یہ ایک ہی دعا بار بار مانگتی رہی کہ اَے اللہ میری شکل میری پسندیدہ لیکچرر کی طرح بنا دے مگر صبح آئینہ میں شکل دیکھی تو اس میں اپنی ہی شکل دیکھ کر مایوسی ہوئی۔ ہم سب ہنس پڑیں اور اسے سمجھایا کہ یہ تو خدا سے مذاق کرنے اور آزمانے والی بات ہے۔ بے شک وہ سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔ لیکن اس قسم کی غیر سنجیدگی اس کے حضور ناپسندیدہ ہے اور اس کی ناشکری ہے۔

ربوہ کی درس القرآن کی اختتامی دعا بھی اب تک یاد ہے۔ وہ بھی ایک دلسوز منظر ہوتا تھا۔ سب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے۔ پوری مجلس میں سسکیاں اور آہیں سنائی دیتیں۔ سب بلک بلک کر بخشش و رحمت کی طلب کر رہے ہوتے تھے۔ ایسے محسوس ہوتا گویا جنت کے دروازے کھل رہے ہیں اور رحمت کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ فرشتے نیچے اتر آئے ہوں اور آسمان زمین سے قریب تر ہو گیا ہو۔ اور ہر کوئی اپنے تئیں گنہگار سمجھ کر یہ دعا کر رہا ہوتا تھا کہ میرے گناہوں سے صرفِ نظر فرماتے ہوئے میری تمام نیک خواہشات پوری فرما۔ آمین کی آواز سے یوں محسوس ہوتا جیسے سب کی دعائیں سنی گئی ہیں، دعا گو

آنسوؤں سے دُھلے چہروں کے ساتھ مطمئن اور معصوم سے نظر آتے تھے اور ایسے لگتا جیسے خدا بھی اپنے بندوں کی طرف دیکھ کر پیار سے مسکرا رہا ہے ؎

دنیا سے الگ دنیا کے مکیں ملتے ہیں مگر گھلتے نہیں
دنیا تو انکی ہوتی ہے یہ آپ خدا کے ہوتے ہیں

(حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ)

خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ساتھ 'صحبت صالحین' عبادت اور دعا کے آداب سیکھنے کا ایک اہم ذریعہ ہوتی ہے۔ ان محفلوں میں جا کر کیا کچھ نہیں سیکھا اور یہی قرینے ہی اس عارضی زندگی کے سفر میں ہر مومن کے زادِ راہ ہونے چاہئیں۔ گریہ وزاری، خشوع وخضوع سے دعا کرتے ہوئے لوگوں کو دیکھنے سے اور بھی زیادہ تقویٰ اور خالق سے محبت کے جذبات ابھرتے ہیں۔ مرکز کی نمازِ تراویح بھی بھولنے والی چیز نہیں۔ رات کو عشاء کی نماز اور پھر تراویح کی نماز بھی خاصی لمبی ہوتی تھی لیکن مسجد میں معمول سے بھی زیادہ حاضری ہوتی تھی۔ ہر حلقے کی مسجد سے خوش الحان حفّاظِ قرآن کریم کی تلاوت سنائی دیتی۔ اور ایسا لگتا کہ جیسے ؎

ذکر سے بھر گئی ربوہ کی زمیں آج کی رات
اتر آیا ہے خداوند یہیں آج کی رات

(حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

کسی دن مجبوری کے باعث نمازِ تراویح سے محروم رہ جاتے تو ایسا لگتا جیسے بہت بڑا نقصان ہو گیا ہے۔

ربوہ کے سب خاک نشینوں کو آسائشوں کی کیا پرواہ۔ وہ اس مبارک ماہ میں اپنے پیارے کی ملاقات کیلئے دیدہ و دل وا کئے دن عبادت میں اور راتیں گریہ و زاری میں گزار دیتے۔ دُعا کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلّی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے اس کی راہ میں صدق وصفا دکھلاؤ تمہاری مرضی خدا کی مرضی ہو تمہاری خواہشیں اس کی خواہشیں ایک ہو جائیں تب وہ خدا تمہاری دعاؤں کو موافق کرتا ہے۔''

رمضان کی برکات اور خوشیوں کا تذکرہ نامکمل رہے گا اگر میں آخر میں عید اور اس کی تیاریوں کا ذکر نہ کروں۔ اللہ تعالیٰ حسبِ وعدہ روزہ داروں کو دائمی جزا کئی رنگ میں مسلسل عطا فرماتا چلا جاتا ہے۔ لیکن اس کا ایک فوری اِظہار عیدالفطر کی شکل میں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اصل عید کا مزہ بھی روزہ داروں کو ہی آتا ہے۔ جس طرح سے رمضان میں مرد و زن، پیر و جواں اہتمام سے عبادت کے مراحل سے گزرنے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح اہتمام سے حسبِ توفیق اس شکرانے کے طور پر کہ اس نے ہمیں روزے رکھنے کی استطاعت عطا فرمائی، پُرمسرت طریق پر عید مناتے ہیں۔ اور دُعا کرتے ہیں کہ رمضان کے ساتھ ہماری عبادتوں کے معیار کم نہ ہوں بلکہ اگلے رمضان میں ہم پہلے سے بھی زیادہ تیاری کے ساتھ داخل ہوں، آمین۔

اس مضمون کو لکھتے ہوئے بہت سی شفیق ہستیاں جیسے خلیفہء وقت (خلیفۃ المسیح الثانیؓ)، اساتذہ، والدین، بزرگ، اقرباء ذہن میں آتے رہے جن سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، آمین اور ہمیں ایسی دعائیں اور عبادات کرنے کی توفیق ملتی رہے جو قبولیت کا درجہ پا سکیں اور ہم جہاں بھی رہیں خالص مذہبی ماحول کا ذریعہ اور حصہ بن کر رہیں، آمین ثم آمین۔ ربوہ کے چند مناظر جنہیں الفاظ کا جامہ پہنا کر آپ کے سامنے رکھنے کی کوشش کی ہے یہ میری طرح ربوہ کے اور باسیوں کی بھی یادیں ہوں گی جو اَب ربوہ میں نہیں رہتے لیکن یہ مناظر ربوہ کیلئے ماضی نہیں بلکہ اَب بھی سنتے ہیں کہ وہاں عبادات کے وہی قرینے نظر آتے ہیں۔ خلیفہء وقت کی موجودگی کی کمی ہے جس سے وہاں کے باسیوں کے دل زخمی رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو سنے اور جلد اس جدائی کے دن دور ہوں اور انہیں ہمیشہ خوشیوں سے بھرپور عیدیں میسر آتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ جماعت کے تمام مراکز قادیان، ربوہ اور لندن کو ہمیشہ برکات سے ایسے ہی معمور رکھے اور روحانی علوم اور برکات کے پیاسے وہاں سے سیراب ہو کر ساری دنیا میں یہ خزانے لٹاتے رہیں اور پورے عالم میں جہاں جہاں بھی احمدی مسلمان ہیں وہ اپنی مساجد اور مشن ہاؤسز کو ایسے ہی آباد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو ہر آنے والے رمضان میں پہلے سے بڑھ کر نیکیاں اور خالص عبادتیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم ومحترم امیر صاحب امریکہ بتوسط مکرم وکیل التبشیر صاحب لندن

السّلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

اُمید ہے آپ بخیریت ہونگے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو مقبول خدمات سلسلہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے فضل سے ان مساعی میں برکت ڈالے، آمین۔

کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انگریزی تراجم اور نظر ثانی کے سلسلہ میں حضور انور کا تازہ ارشاد ہے کہ:

"انگلش تراجم کے لئے تو بیرون پاکستان جماعتوں مثلاً امریکہ وغیرہ سے اعلان کروا کر یا کسی اور طریق سے اچھے ترجمہ کرنے والے تلاش کئے جا سکتے ہیں جو ترجمہ اور کمپوزنگ دونوں جہتوں سے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔"

اس ارشاد کی تعمیل میں جہاں دوسرے اقدامات اٹھائے جارہے ہیں وہاں خاکسار آنمکرم سے بھی گزارش کرتا ہے کہ آنمکرم اُن احباب وخواتین کی نشاندہی فرمادیں جو انگریزی اور اُردو ہر دو زبان کے محاورہ پر کامل عبور رکھتے ہوں اور اس کام کے لئے موزوں ہوں۔ ایسے احباب وخواتین سے "ازالہ اوہام" کے پہلے 5 صفحات کا نمونے کا ترجمہ کر کے بھجوادیں تا معیار کا اندازہ کیا جاسکے اور ان کو کوائف وایڈریس سے بھی مطلع فرمادیں۔ علاوہ ازیں ملکی جماعتی رسائل واخبارات میں بھی یہ اعلان بار بار شائع کروادیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

دُعاؤں کی درخواست کے ساتھ

والسلام۔ خاکسار

محمد علی (دستخط)

وکیل التصنیف

تحریک جدید ربوہ

نوٹ: تمام ایسے احباب جو اُردو سے انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے نام محترم امیر صاحب امریکہ کی خدمت میں درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں:

Dr. Ahsanullah Zafar
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905